مفت سلسلہ اشاعت نمبر ۲۸

مجبوبانِ خدا سے اِستعانت، اِستمداد، وتوسّل، کے مسئلہ پر ایک نفیس رسالہ

مع

# انوار الانتباہ

فی حلِ ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجددِ برحق

## امام احمد رضا خان

رحمۃ اللہ علیہ

جمعیّت اشاعت اہلسنّت پاکستان

محبوبانِ خدا سے استعانت، استمداد و توسل کے مسئلے پر ایک نفیس رسالہ

مفت سلسلہ
اشاعت نمبر ۲۸

مع

# انوار الانتباہ

فی حلِّ نداءِ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجدد برحق امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ

ناشر:

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار
میٹھادر کراچی

# پیش لفظ

علم غیب، حاضر و ناظر، شفاعت کے ساتھ ساتھ توسل، استمداد اور محبوبانِ خدا سے استعانت جیسے عقائد بریلوی اور دیوبندی اختلافات میں سے چند ہیں — ان میں توسل و استعانت ایسے عقائد ہیں کہ مسلمان ہمیشہ سے ہی ان کے قائل رہے ہیں۔ آقائے نامدار مدنی تاجدار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی پیدائش سے قبل، آپ کی حیاتِ ظاہری میں اور آپ کے بعد اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی توسل کیا جاتا رہا ہے۔

محبوبانِ خدا سے استعانت بے شمار آیاتِ مقدسہ، لاتعداد احادیثِ کریمہ اور ان گنت اقوال و افعالِ صحابہ کرام و ائمہ و بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت، ہم اہلسنت و جماعت کا تو عقیدہ ہے کہ صرف بزرگانِ دین ہی نہیں بلکہ ان سے منسوب اشیاء سے مدد و استمداد رہا ہے اور یہی ذریعہ وسیلہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے قدر ہے، منسوب ہر شے ہمارے لئے بارگاہِ الٰہی میں وسیلے کا درجہ رکھتی ہے اور یہ بات دلائلِ قاہرہ سے اظہر من الشمس ہے۔

جب سے دیوبندی فرقہ معرضِ وجود میں آیا ہے اس نے مسلمانوں کے دلوں سے محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت کو ختم کرنے کیلئے مسلمانوں کے بنیادی عقائد ہی کو کفر و شرک سے تعبیر کرنا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس کے برعکس بعض علماء و بعض علماء دیوبند بھی مسلکِ حقہ اہلسنت و جماعت کی طرح نہ صرف عقیدہ توسل کے قائل ہیں بلکہ اپنی کتب میں اپنے اکابرین سے توسل کرتے چلے آئے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ "توسل" میں ان علماء دیوبند کا تذکرہ ہے جو نہ صرف توسل کے قائل ہیں بلکہ اپنے اکابرین سے توسل بھی کرتے ہیں۔ ساتھ ہی زیرِ نظر رسالے میں توسل کے جواز پر قرآن و احادیث و اقوال و افعالِ بزرگانِ دین سے دلائل بھی دیئے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ایک نایاب رسالہ "انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ" بھی شامل ہے جو ندا یا رسول اللہ کے جواز پر ایک لاجواب رسالہ ہے اور جس کی تعریف میں صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ یہ رسالہ مجددِ اعظم کا رسالہ ہے۔

جمعیت اشاعت اہلسنت اس رسالے کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جمعیت کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سگِ دربار ضیاء الدین علیہ الرحمۃ محمد عرفان قادری

# فہرست

ولا لوم الذي ملأت عظمته السموات والأرض الذي(۱) عنت له الوجوه وخشعت له الأصوات(۲) ووجلت القلوب من خشيته: أن تصلي على محمد ﷺ وأن تعطيني حاجتي وهي كذا وكذا فانه يستجاب له إن شاء الله تعالى، قال وكان يقول، لا تعلموا سفهاءكم لئلا يدعوا به في مأثم أو قطيعة رحم».

﴿ وأما حديث أبي الدرداء ﴾

۱۰۷ — فقال الطبراني في المعجم الكبير حدثنا محمد بن علي بن حبيب الطرائفي الرقي حدثنا محمد بن علي بن ميمون حدثنا سليمان بن عبد الله الرقي حدثنا بقية بن الوليد عن إبراهيم بن محمد بن زياد قال: سمعت خالد بن معدان يحدث عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: «من صلى علي حين يصبح عشرا وحين يمسي عشرا أدركته شفاعتي»(۳).

۱۰۸ — قال الطبراني: حدثنا يحيي بن أيوب العلاف حدثنا سعيد بن أبي مريم عن خالد بن زيد عن سعيد بن أبي هلال عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ «أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة فيه يوم مشهود تشهده الملائكة. ليس من عبد يصلي علي إلا بلغني صوته حيث كان. قلنا. وبعد وفاتك؟ قال: وبعد وفاتي. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء»(٤).

---

علامہ ابن قیم کی تصنیف جلاء الافہام، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد کا صفحہ ۸۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# استعانت

انسان طبعی طور پر اپنی بقا اور زندگی گزارنے میں مخلوقِ خدا کی امداد کا محتاج واقع ہوا ہے اگر کوئی شخص کہے کہ میں کسی بھی مخلوق کی امداد کے بغیر زندہ رہنا چاہتا ہوں، تو اسے یہی مشورہ دیا جائے گا کہ آپ موجودہ دور کی مہذب اور متمدن زندگی کو خیرباد کہہ کر پتھروں اور غاروں کے دور میں چلے جائیے، جہاں نہ لباس سے غرض ہے نہ عمارت سے، نہ سواری میسر ہے اور نہ ہی زندگی کی دیگر سہولتوں کا تصور ہے۔

یاد رہے کہ کارسازِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے جو بھی کسی کی امداد کرتا ہے وہ بھی در اصل اللہ تعالیٰ ہی کی امداد ہے، بندہ تو اس کی امداد کا مظہر ہے، ورنہ اگر کوئی چاہے کہ میں از خود، عطائے الٰہی کے بغیر کسی کی امداد کر دوں، تو یہ ممکن نہیں ہے اور کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا شرک ہے کہ وہ از خود امداد کر سکتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی ضرورت نہیں ہے۔

## امام احمد رضا بریلوی کا عقیدۂ استمداد

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں،

"اس استعانت ہی کو دیکھیے کہ جس معنی پر غیر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا بایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا

سے استمداد کرے یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں میں مدد لے جو بالیقین تمام وہابی صاحب روزانہ اپنی عورتوں، بچوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اُٹھا دے یا کھانا پکا دے سب قطعی شرک ہے کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر خود انہیں اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر و شرک میں کیا شبہ رہا؟ اور جس معنی پر ان سب سے استعانت شرک نہیں، یعنی مظہرِ عونِ الٰہی و واسطہ و وسیلہ و سبب سمجھنا اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی؟" [1]

خلاصہ یہ کہ کسی بھی مخلوق کو اس طرح مستقل مددگار ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امداد و عطا کی محتاج نہیں ہے، شرک اور کفر ہے اور کسی مخلوق کو عطائے الٰہی کا مظہر اور وسیلۂ رحمتِ باری تعالیٰ ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## استعانت اور توسّل ایک ہی شے ہے

اللہ تعالیٰ مقصودِ اصلی ہے، اسے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اشیاء خواہ وہ ذوات ہوں یا اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان سے استعانت بھی جائز ہے، کیونکہ توسّل اور استعانت اگرچہ الگ الگ الفاظ ہیں، لیکن ان کی مراد ایک ہی ہے۔ امام علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں:

واذ قد تحررت هذه الانواع والاحوال فى الطلب من النبى صلى الله عليه وسلم وظهر المعنى فلا عليك فى تسميته توسلا او تشفعا او استغاثة او تجوها

[1] احمد رضا بریلوی، امام: برکات الامداد (رضوی کتب خانہ، بریلی) ص ۲۹ – ۲۸



او توجها لان المعنى فى جميع ذالك سواء۔ [1]

"جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی شے کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہو گیا اور مطلب ظاہر ہو گیا تو اب تم اس طلب کو توسل کہو، یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوّہ یا توجّہ کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔"

## اقسامِ نسبت

علماء معانی نے اسناد (نسبت) کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) حقیقتِ عقلیہ (۲) مجازِ عقلی

حقیقتِ عقلیہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت ایسی شے کی طرف کی جائے کہ بہ ظاہر متکلم کے نزدیک فعل اس کی صفت ہو جیسے "اَنْبَتَ اللّٰہُ الْبَقْلَ" (اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا)۔ سبزہ اُگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب اس کی نسبت اس ذاتِ قدوس کی طرف کی جائے گی تو اسے حقیقتِ عقلیہ کہا جائے گا۔

مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل جس کی صفت ہے، اس کی بجائے اس کے کسی متعلق کی طرف نسبت کر دی جائے اور ساتھ ہی کوئی علامت بھی پائی جائے کہ یہ نسبت موصوف کی طرف نہیں، بلکہ اس کے کسی متعلق کی طرف ہے، مثلاً فعل کی نسبت زمان، مکان یا سبب کی طرف کر دی جائے، مثلاً "بَنَی الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَۃَ" (امیر نے شہر بنایا) حقیقۃً شہر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کا کام ہے، لیکن امیر چونکہ سبب ہے، اس کے کہنے پر شہر تعمیر کیا گیا ہے، اس لیے مجازاً تعمیر کی نسبت اس کی طرف کر دی گئی ہے۔

[1] تقی الدین السبکی، الامام: شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۱۷۵

[2] علامہ قسطلانی: مواہب لدنیہ مع شرح الزرقانی (المقصد العاشر) ج ۸، ص ۳۴

پھر مجاز پر دلالت کرنے والا قرینہ (علامت) کبھی لفظی ہوگا اور کبھی معنوی۔ علامت معنوی کی مثال دیتے ہوئے علامہ تفتازانی احوال الاسناد الخبری میں فرماتے ہیں،

وَاَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ فَمِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ اِذَا صَدَرَ مِنَ الْمُوَحِّدِ يُحْكَمُ بِاَنَّ اِسْنَادَهٗ مَجَازٌ لِاَنَّ الْمُوَحِّدَ لَا يَعْتَقِدُ اَنَّهٗ اِلٰى مَا هُوَلَهٗ۔ [1]

"جب موحد سے اَنْبَتَ الرَّبِيْعُ الْبَقْلَ (موسم بہار نے سبزہ اگایا) ایسا کلام صادر ہوگا تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے، کیونکہ موحد کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اگانا موسم بہار کی صفت ہے۔ جبکہ یہی بات اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر کہے گا تو اسے حقیقت کہا جائے گا۔"

یہی علامہ تفتازانی فرماتے ہیں،

فَهٰذَا الْاِسْنَادُ وَاِنْ كَانَ اِلٰى غَيْرِ مَا هُوَلَهٗ لٰكِنْ لَا تَاَوُّلَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ مُرَادُهٗ وَمُعْتَقَدُهٗ وَكَذَا شَفَى الطَّبِيْبُ الْمَرِيْضَ۔ [2]

"کافر نے کہا موسم بہار نے سبزہ اگایا، یہ نسبت اگرچہ اس کی طرف نہیں ہے کہ اگانا اس کی صفت ہے، بلکہ اس کے غیر کی طرف ہے، لیکن اس میں علامت نہیں ہے (حتیٰ کہ اسے مجاز کہا جا سکے) کیونکہ یہ تو اس کی مراد ہے اور اس کا عقیدہ ہے، اسی طرح یہ کہنا طبیب نے مریض کو شفا دی۔"

خلاصہ یہ کہ کافر نے کہا کہ طبیب نے مریض کو شفا دی تو یہ حقیقت ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر کا قائل ہی نہیں ہے۔ یہی بات اگر مومن نے کہی، تو اسے مجاز عقلی کہا جائے گا اور اس

[1] مسعود بن عمر، الملقب سعد الدین التفتازانی، المطول، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ص ۱۰۶

[2] ایضاً " " " " " " ص ۹۹



کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہوگا کہ وہ شفا کی نسبت طبیب کی طرف اس لیے کر رہا ہے کہ وہ شفا کا سبب ہے، اس لیے نسبت نہیں کر رہا کہ فی الواقع طبیب نے شفا دی ہے۔ شفا دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس گفتگو پر غور کر لینے سے مسئلۂ استعانت کی حیثیت بالکل واضح ہو جاتی ہے، کیونکہ انبیاء و اولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا ایماندار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں بر لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان امور کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد کے پورا ہونے کے لیے سبب اور وسیلہ ہیں۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و او را یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانۂ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔ [1]

"اس جگہ یہ سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت حرام ہے کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے تو یہ راہِ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز اور روا ہے۔ اس قسم کی

[1] عبدالعزیز محدث دہلوی، تفسیر عزیزی (افغانی دارالکتب، دہلی) ج ۱، ص ۸

استعانت انبیاء واولیاء نے غیر سے کی ہے۔ درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔"

مشہور اہلِ حدیث عالم نواب وحید الزماں لکھتے ہیں،

وضابطته ان الامور التی کانت تطلب من الانبیاء والعلماء حال کونهم احیاء مثل الدعاء او الاستشفاع فطلبها منهم بعد موتهم لا یکون شرکا اکبر والامور التی هی مختصة بالله وکانت لا تطلب منهم وهم احیاء فطلبها منهم بعد ان ماتوا یکون شرکا کما کان طلبها عنهم وهم احیاء شرکا الا ان یکون الاسناد مجازیا کما فی قول عیسٰی واُحیِ الموتٰی باذن الله صرح بذالک شیخ الاسلام فی بعض فتاواه۔[1]

اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جو امور انبیاء واولیاء سے ان کی زندگی میں طلب کیے جاتے تھے، مثلاً دُعا اور شفاعت وہ ان کے وصال کے بعد طلب کرنا شرکِ اکبر نہیں ہوگا اور وہ امور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان حضرات کی زندگی میں ان سے طلب نہیں کیے جاتے تھے، ایسے امور کا ان سے ان کی وفات کے بعد طلب کرنا شرک ہے جیسے ان امور کا ان کی زندگی میں طلب کرنا شرک ہے، البتہ مجازاً نسبت ہو سکتی ہے۔ جیسے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں" شیخ الاسلام نے اپنے بعض فتاوٰی میں اس کی تصریح کی ہے۔"

مجازی نسبت پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب مزید لکھتے ہیں،

[1] وحید الزماں، نواب، ہدیۃ المہدی، ص ۱۹-۱۸



وَکَمَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ فَاَسْنَدَ الْخَلْقَ وَالْاِبْرَاءَ اِلٰی عِیْسٰی مَجَازًا فَلَوْ طَلَبَ اَحَدٌ مِّنْ عِیْسٰی رُوْحِ اللهِ اَنْ یُّحْیِیَ مَیِّتًا بِاِذْنِ اللهِ فَلَا یَکُوْنُ شِرْکًا اَکْبَرَ وَکَذٰلِکَ لَوْ طَلَبَ اَحَدٌ مِّنْ وَلِیٍّ حَیٍّ اَوْ مِنْ رُوْحِ نَبِیٍّ اَوْ صَالِحٍ اَنْ یَّهَبَ لَهُ الْاَوْلَادَ اَوْ یَشْفِیَهٗ مِنْ مَّرَضٍ اَوْ یَدْفَعَ عَنْهُ سُوْءً بِاِذْنِ اللهِ وَاَمْرِهٖ فَهٰذَا لَا یَکُوْنُ شِرْکًا اَکْبَرَ۔[1]

"اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ رُوح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے مُردے کو زندہ کریں تو یہ شرکِ اکبر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی رُوح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کر دیں، تو یہ شرکِ اکبر نہ ہوگا۔"

## قولِ فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء واولیاء سے حصولِ مقاصد کی درخواست کرنا شرک وکفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

[1] وحید الزماں، نواب، حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ۱۹

البتہ یہ ٹھیک ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو احسن اور اولیٰ بھی ہے کہ اسی سے مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے یا بارگاہِ انبیاء و اولیاء میں درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں برلائے۔ اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔

## استعانت اور قرآن

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور صحابہ کرام نے بوقتِ ضرورت مخلوقِ خدا سے مدد طلب کی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔[۱]

"اے ایمان والو! دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے اپنے دین کی مدد طلب کی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے مدد طلب کی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام نصرتیں بلا واسطہ نازل فرما دیتا، لیکن اس کی عادتِ کریمہ جاری ہے کہ کارخانۂ قدرت کا نظام مختلف اسباب اور وسائل سے وابستہ کر رکھا ہے، اس کا اس آیت میں اظہار ہے۔

[۱] پ ۲۸ – الصف ۶۱ آیۃ ۱۴



۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔[۱]

"اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے، اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ براہِ راست مومنوں سے دین کی مدد طلب فرماتا ہے اور مومنوں کو سرفرازی حاصل کرنے کا موقع عطا فرماتا ہے۔

۳۔ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ۔[۲]

"کہا وہ جس پر مجھے میرے رب نے قابو دیا بہتر ہے تو میری مدد طاقت سے کرو۔" (سکندر ذوالقرنین کا مقولہ)

۴۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآىٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔[۳]

"یوسف نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے، بے شک میں حفاظت والا، علم والا ہوں۔"

زمین کے خزانوں پر تقرر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کی، بلکہ بادشاہِ وقت کو کہا گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کیا تھا؟

۵۔ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔[۴]

"سلیمان نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے

[۱] پ ۲۶ محمد ۴۷ آیت ۷

[۲] پ ۱۶ الکہف ۱۸ آیت ۹۵

[۳] پ ۱۳ یوسف ۱۲ آیت ۵۵

[۴] پ ۱۰ النمل ۲۷ آیت ۳۸

پاس سے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

## نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت

اس سلسلے میں احادیث کا تتبع کیا جائے، تو وہ خاصا ذخیرہ فراہم ہو سکتا ہے۔ اس جگہ صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) [1]

"حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گزارا کرتا تھا، آپ کی خدمت میں وضو کا پانی اور دیگر ضروریات کی چیزیں (مسواک وغیرہ) پیش کیں تو آپ نے فرمایا مانگ، میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ فرمایا اور کچھ؟ عرض کیا میری مراد صرف یہی ہے۔ فرمایا تو میری امداد کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے"

غور کیجیے! حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت میں اپنی دلی مراد کا سوال پیش کر رہے ہیں، جواباً حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں منع نہیں فرماتے کہ تم مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو، جنت چاہیے تو خدا سے مانگو، میں کون ہوتا ہوں جنت دینے والا، بلکہ اُن سے وعدہ فرمایا جاتا ہے، اُن سے مدد طلب کی جاتی ہے کہ سجدے کثرت سے ادا کرو، جنت میں تمہیں میری رفاقت عطا کر دی جائے گی۔

[1] شیخ ولی الدین الخطیب: مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی) ص ۸۳



حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وَيُؤْخَذُ مِنْ إِطْلَاقِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْأَمْرَ بِالسُّؤَالِ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَكَّنَهُ مِنْ إِعْطَاءِ كُلِّ مَا أَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ (إِلٰى أَنْ قَالَ) وَذَكَرَ ابْنُ سَبُعٍ فِيْ خَصَائِصِهِ وَغَيْرُهُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَقْطَعَهُ أَرْضَ الْجَنَّةِ يُعْطِيْ مِنْهَا مَا شَاءَ لِمَنْ شَاءَ۔ [1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلق فرمایا کہ مانگ (کسی چیز کی تخصیص نہیں کی)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ حق کے خزانوں میں سے جو چاہیں دیں۔ ابن سبع وغیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور کی جاگیر کر دی ہے، اس میں سے جتنی چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔"

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

از اطلاقِ این سوال کہ فرمود بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می‌شود کہ کار ہمہ بدست و ہمتِ کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذنِ پروردگار خود بدہد۔ [2]

ؔ فَإِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا<br>
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ؔ اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری<br>
بدرگاہش بیا و ہرچہ می‌خواہی تمنا کن [3]

[1] علی بن سلطان محمد القاری: المرقاۃ (مکتبہ امدادیہ، ملتان)، ج ۲، ص ۳۲۳

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام (مطبع نظامی کانپور) ج ۱، ص ۴۱۴

[3] عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات (مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۱، ص ۳۹۶

"مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مقصد کی تعیین نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور آپ کی ہمتِ کرم سے وابستہ ہیں، جو کچھ چاہیں اور جسے چاہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

- حضور! دنیا و آخرت آپ کی بخشش کا ایک حصہ ہیں
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا بعض ہیں
- اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے
تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے مانگ"

ایک طرف قرآن آیات و احادیث کو پیشِ نظر رکھیں، دوسری طرف عقل و خرد کی فرومائیگی ملاحظہ ہو کر کہنے والے یہاں تک کہہ جاتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم میں متعدد انبیاء اور عباد صالحین کا ذکر کیا ہے، انہیں اپنے مسائل، مشکلات اور پیش آمدہ حوادث میں استغاثہ، استعانت، اور دعا کی ضرورت پیش آئی، لیکن انہوں نے آدم سے نوح تک، ابراہیم سے موسیٰ تک، یونس سے خاتم النبیین اشرف المرسلین محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین، اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کسی سے مدد مانگی اور نہ ہی کسی کو پکارا، خواہ مغفرت کا مطالبہ ہو یا اولاد یا شفاء کا، ہلاکت کے مقامات سے نجات مطلوب ہو یا فقر و فاقہ اور قید وغیرہ سے رہائی یا مدد طلب کرنا انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کوئی واقعہ، کوئی حادثہ ایسا وارد نہیں ہوا کہ کسی نے اللہ کے سوا اللہ کے مقرب بندوں اور منتخب اولیاء سے مدد مانگی ہو" (ترجمہ)[1]

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۶۳



ایک بار پھر مذکورہ بالا آیات اور حدیث شریف کا مطالعہ کر لیجئے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ تمام تر لچھے دار و مغلظ خطابت کا ایک نمونہ ہے جسے حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ پھر انبیاء کرام تو وہ ہستیاں ہیں جن کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں اپنی حاجتیں اور مرادیں پیش کی جاتی ہیں، وہ تو خود بارگاہِ الٰہی کے مقرب ترین ہیں، جو عرض کرنا چاہیں براہِ راست عرض کریں انہیں کسی واسطے اور وسیلے کی کیا ضرورت؟

## نواب وحید الزمان اور مسئلہ استعانت

نواب صاحب غیر مقلدین کے مشہور عالم اور صحاح ستہ کے مترجم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" میں مسئلہ استعانت پر تفصیلی گفتگو کی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں:

فَالْحَاصِلُ اَنَّ کُلَّ مَنِ اعْتَقَدَ فِیْ حَقِّ غَیْرِاللّٰہِ سَوَاءٌ کَانَ حَیًّا اَوْ مَیِّتًا اَنَّ لَہٗ قُدْرَۃً ذَاتِیَّۃً اَوْ مَوْھُوْبَۃً مُفَوَّضَۃً مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ بِحَیْثُ لَا یَحْتَاجُ فِیْھَا اِلٰی اِذْنٍ جَدِیْدٍ مِّنْہُ فَھُوَ مُشْرِکٌ وَ کُلُّ مَنْ یَّفْھَمُ غَیْرَاللّٰہِ اَنَّہٗ عَاجِزٌ بِالْکُلِّیَّۃِ کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغَسَّالِ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ اِلَّا اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ بَغٰی اَنْ یَّاْخُذَ ھٰذَا الْعَمَلَ مِنْہُ فَیَعْمَلُ بِحُکْمِ اللّٰہِ وَ اِذْنِہٖ وَاِرَادَتِہٖ وَ قَضَائِہٖ وَیَنْصُرُ وَ یُغِیْثُ وَیَنْفَعُ وَیَضُرُّ کَذَالِکَ فَھُوَ مُوَحِّدٌ لَیْسَ بِمُشْرِکٍ سَوَاءٌ کَانَ ذَالِکَ الْغَیْرُ حَیًّا اَوْ مَیِّتًا کَمَنْ فَھِمَ اَنَّ الشُّمُوْنِیَ مُسْھِلٌ بِذَاتِہٖ اَوِ النَّارَ مُحْرِقَۃٌ بِذَاتِھَا فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ عَلِمَ

أَنَّ إِسْمَالَ الشَّمْوُنِيَا وَإِحْرَاقَ النَّارِ بِأَمْرِ اللهِ وَ
إِذْنِهِ وَإِرَادَتِهِ فَهُوَ مُوَحِّدٌ لَيْسَ بِمُشْرِكٍ ؎۱

"حاصل یہ کہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ، اس کے بارے میں جس شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی قدرت ذاتی ہے یا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی چیز کی قدرت اس طرح عطا کر دی ہے کہ اسے اذن کی ضرورت نہیں، وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ غیر اللہ عاجز محض ہے جیسے میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں وہ خود کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور چاہے کہ اس سے یہ کام لے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی اجازت، اس کے ارادہ و تقاضا سے غیر اللہ نصرت و امداد کرے گا اور فائدہ و نقصان پہنچائے گا، تو ایسا شخص موحد ہے مشرک نہیں ہے۔ خواہ وہ غیر اللہ زندہ ہو یا مردہ۔ یہ بعینہٖ ایسے ہے کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ جمال گوٹہ خود بخود دست لاتا ہے یا آگ از خود جلاتی ہے، تو وہ مشرک ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ جمال گوٹہ کا دست آور ہونا اور آگ کا جلانا اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کے اذن و ارادہ سے ہے، تو وہ موحد ہے مشرک نہیں ہے۔"

یہی وہ عقیدہ ہے جو ہم اس سے پہلے امام احمد رضا بریلوی کے رسالہ مبارکہ "برکات الاستمداد" سے نقل کر چکے ہیں کہ مخلوق کو بالذات مفید اور مضر ماننا شرک ہے۔ اللہ کریم کی عطا سے ماننا شرک نہیں ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

إِنَّ مَنِ اعْتَقَدَ فِي مَيِّتٍ مِنَ الْأَمْوَاتِ أَوْ حَيٍّ مِنَ
الْأَحْيَاءِ أَنَّهُ يَنْفَعُهُ أَوْ يَضُرُّهُ إِسْتِقْلَالًا أَوْ مَعَ
اللهِ أَوْ نَادَاهُ أَوْ تَوَجَّهَ إِلَيْهِ أَوِ اسْتَغَاثَ بِهِ فِي

؎۱ وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۱۸



أَمْرٍ مِنَ الْأُمُوْرِ الَّتِيْ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الْمَخْلُوْقُ فَلَمْ
يُخْلِصِ التَّوْحِيْدَ بَعْدُ وَلَا أَفْرَدَهُ بِالْعِبَادَةِ ۔ ؎۱

"جو شخص کسی زندہ یا مردہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے کہ وہ اسے مستقل طور پر یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل کر فائدہ یا نقصان دے سکتا ہے یا اس کی طرف متوجہ ہو یا ایسی چیز میں اس کی مدد مانگے، جس پر مخلوق قادر نہیں ہے، تو اس کی توحید خالص نہیں ہے اور نہ ہی وہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ تین صورتوں میں شرک لازم آتا ہے:

۱۔ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے میں مستقل مانا جائے۔

۲۔ کسی کو مفید یا مضر ہونے میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔

۳۔ ایسے امور میں استعانت کی جائے، جن پر مخلوق کو قدرت نہیں ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نفع و نقصان سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مخلوق تو درمیان میں واسطہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر شرک کیسے لازم آگیا۔؟

اس پر نواب وحید الزمان تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس امام (شوکانی) کو دیکھو کہ غیر اللہ کے مفید یا مضر ہونے کے عقیدے کو شرک اکبر اس وقت قرار دیتے ہیں۔ جب اسے نفع و ضرر میں مستقل مانا جائے یا اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جائے۔ اسی طرح غیر اللہ کی ندا، اس کی طرف توجہ اور اس سے امداد کا طلب کرنا شرک اکبر اس وقت ہوگا، جب یہ استعانت ان امور میں ہو جو مخلوق کی قدرت میں نہیں ہیں۔"

؎۱ وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی، ص ۱۹

فَعُلِمَ بَدَاهَةً اَنَّ النِّدَاءَ اَوِالتَّوَجُّهَ اَوِالْاِسْتِغَاثَةَ فِیْ اُمُوْرٍ یَقْدِرُ عَلَیْهَا الْمَخْلُوْقُ اَوِاعْتِقَادَ النَّفْعِ وَالضَّرَرِ لِغَیْرِاللّٰهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَحُکْمِهٖ وَ اِرَادَتِهٖ لَیْسَ بِشِرْکٍ اَکْبَرَ [1]

"واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جو امور مخلوق کی قدرت میں ہیں، ان میں پکارنا، متوجہ ہونا یا مدد مانگنا یا غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے اذن، اس کے حکم اور ارادہ سے نفع و ضرر کا اعتقاد کرنا شرکِ اکبر نہیں ہے۔"

اب مبتدعینِ زمانہ کو کون سمجھائے کہ انبیاء و اولیاء سے مدد کی درخواست کرنے والا کوئی مسلمان ایسے امور میں استعانت نہیں کرتا جو مخلوق کی قدرت میں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کسی کو مفید یا مضر جانتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں؛

وَلَیْسَ الْمُرَادُ نِسْبَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْخَلْقِ وَالْاِسْتِقْلَالِ بِالْاَفْعَالِ هٰذَا لَا یَقْصُدُهٗ مُسْلِمٌ فَصَرْفُ الْکَلَامِ اِلَیْهِ وَمَنْعُهٗ مِنْ بَابِ التَّلْبِیْسِ فِی الدِّیْنِ وَالتَّشْوِیْشِ عَلٰی عَوَامِ الْمُوَحِّدِیْنَ [2]

"یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان افعال کے خالق ہیں یا ان میں مستقل ہیں، یہ کسی بھی مسلمان کا مقصد نہیں، لہٰذا کلام کو اسی مطلب کی طرف پھیرنا اور اسے ممنوع قرار دینا دین میں فریب کاری ہے اور عوام موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔"

[1] وحید الزمان، نواب، ہدیۃ المہدی، ص ۲۰
[2] تقی الدین السبکی، امام، شفاء السقام، ص ۱۷۵



نواب وحید الزمان صاحب استغاثہ مذکورہ کے شرک نہ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں؛

"صاحب جامع البیان نے اپنی تفسیر کی ابتداء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کی ہے۔ اگر غیر اللہ سے مطلق استغاثہ شرک ہو تو لازم آئے گا کہ صاحب جامع البیان مشرک ہوں، پھر ان کی تفسیر پر اعتماد کیسے کیا جائے گا؟ حالانکہ تمام اہل حدیث نے ان کی تفسیر کو قبول کیا ہے۔ سید علامہ (صدیق حسن خاں بھوپالی) نے ایک طویل قصیدے میں کہا ہے؛

یَا سَیِّدِیْ یَا عُرْوَتِیْ وَ وَسِیْلَتِیْ
یَا عُدَّتِیْ فِیْ شِدَّةٍ وَّ رَخَاءٍ
قَدْ جِئْتُ بَابَکَ ضَارِعًا مُتَضَرِّعًا
مُتَاَوِّهًا بِتَنَفُّسِ الصُّعَدَاءِ
مَالِیْ وَرَاءَکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ
یَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ بُکَائِیْ [1]

۱۔ اے میرے آقا! میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے؛

۲۔ میں آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں، اس حال میں کہ میں ذلیل ہوں گڑگڑا رہا ہوں، غم زدہ ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔

۳۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے، جس سے مدد مانگی جائے۔

اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکا پر رحم فرمائیے۔"

اگر یہی اشعار نام بتائے بغیر مبتدعین زمانہ کے سامنے پیش کیے جائیں تو شرک اور

[1] وحید الزمان، نواب، حاشیہ ہدیۃ المہدی، ص ۲۰

کفر سے کم کوئی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا، بلکہ جھٹ سے کہا جائے گا کہ یہ قائلِ شرک میں دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور مکہ کے بُت پرستوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ لیکن جب یہ ظاہر ہو گا کہ یہ تو ہمارے نواب بھوپالی صاحب کا کلام ہے، تو فتوائے شرک عائد کرنے کے لیے ان کے قلم بھیڑ قلم والوں کی سیاہی تک خشک ہو جائے گی۔ خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے محرومیت کی یہ وہ افسوسناک حالت ہے کہ اس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

طرفہ یہ کہ نواب بھوپالی، قاضی شوکانی اور ابن قیم ایسے اپنے بزرگوں سے مدد مانگتے ہیں جنہیں مرے ہوئے بھی عرصہ ہو چکا ہے، انداز ملاحظہ ہو:

قبلۂ دیں مدد سے، کعبۂ ایماں مددے
ابنِ قیم مددے، قاضئ شوکاں مددے

اللہ اکبر! اہلِ سنت و جماعت اگر یا علی، یا غوث کہہ دیں تو ان پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا دیا جاتا ہے اور درجنوں گالیاں دینے کے بعد بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"بریلویوں کے امتیازی عقائد یہ وہی خرافات ہیں جو مختلف شہروں میں درمیانے درجہ کے صوفیوں میں پائے جاتے رہے اور دین کے نام پر بُت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے مجددین مختلف ادوار اور علاقوں میں جن کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں بھی موجود تھے۔ قرآن اور حاملِ قرآن نے ان سے جنگ کی، لیکن افسوس کہ وہ عقائد و خرافات بعض لوگوں کے نزدیک اسلام کے لوازم میں سے بن چکے ہیں ——— جیسے غیر اللہ سے استعانت"[٢] (ملخصاً)

---

[١] وحید الزمان، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی ص ٢٣

[٢] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ ص ٥٥



ہمیں اس فرقے سے شکایت نہیں ہے جو لوگ تمام امتِ مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دیتے بھی پڑھتے ہیں۔ وہ اگر ہمیں جنین و جناں کہہ دیں تو کیا عجب؟ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان مغلظات میں سے کچھ حصہ نواب وحید الزمان، نواب صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متعلقین میں بھی تقسیم کر دیا جائے کیونکہ اول الذکر غیر اللہ سے استعانت کو جائز قرار دے رہے ہیں اور آخر الذکر خود استعانت کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ لوگ اپنے فتووں کا رُخ اس طرف نہیں پھیریں گے، کیونکہ شرک و کفر کے فتوے عامۃ المسلمین کے لیے ہیں، اپنوں کے لیے تو نہیں ہیں۔

نواب وحید الزمان صاحب نے اس مسئلے پر مستقل فصل قائم کی ہے کہ جب مخلوق سے ان امور میں مدد مانگنی جائز ہے جو ان کے اختیار میں ہوں، تو کیا انبیاء، شہداء اور صلحاء سے ایسے امور میں امداد مانگی جا سکتی ہے جو ان کی (ظاہری) زندگی میں ان سے طلب کیے جاتے تھے، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا اس کے علاوہ۔

اس فصل میں ابنِ تیمیہ، ابنِ قیم اور قاضی شوکانی کا مذہب یہ بیان کیا کہ ایسا کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ ابنِ قیم نے کہا کہ میت کا عمل منقطع ہو چکا ہے اور وہ اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں، مدد مانگنے والے کو وہ کیا دے گا؟ دوسرے فریق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں:

الا ان المجوزین کالسبکی وابن حجر المکی والقسطلانی وکثیر من الشافعیۃ یقولون ان الحی ایضا فی ذالک مثل المیت قال اللہ تعالیٰ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا فکما ان الحی لا یقدر علی الاعانۃ بغیر اذن اللہ ورضائہ وقضائہ وحکمہ وارادتہ کذالک المیت وانقطاع العمل لا یستلزم عدم العمل فان الملائکۃ اعمالھم منقطعۃ ومع ذالک ھم یفعلون ما یؤمرون۔

ورأيت امامنا الحسن بن علي في المنام صلى بالجماعة وصليت خلفه ثم سألت عنه كيف تصلي ههنا مع ان البرزخ ليس بدار العمل فقال نعم لا تجب الصلوٰة ههنا ولكن الصالحين من عباد الله يصلون ههنا ايضا تبرعا و تقربا الى ربهم و تنشيطا لا نفسهم۔

ثم تذكرت حديث النبي رأيت موسیٰ يصلي في قبره والصلوٰة مشتملة على الدعاء وحديث كأني انظر الى موسیٰ له جوار الى ربه قال الطيبي لا يبعد منهم التقرب الى الله بالدعاء فانهم افضل من الشهداء وان كانت الآخرة ليست دار تكليف۔

فاي مانع يمنع من دعاء الميت للزائر مع ان السؤال ليس من الاموات بل من ارواح الصلحاء والارواح لا تذوق الموت ولا تفنى بل تبقى حساسة مدركة سيما ارواح الانبياء والشهداء فان حكمهم حكم الاحياء بنص الكتاب والسنة نعم يجب ان نكون هذه الاستعانة والاستغاثة عند قبورهم فانهم حال كونهم احياء كانوا لا يسمعون من بعيد فكيف يسمعون من بعيد بعد الموت۔ [1]

---

[1] وحيد الزمان، نواب : ہدیۃ المہدی، ص ۲۲ - ۲۱



مگر مجوزین جیسے امام سبکی، ابن حجر مکی، قسطلانی اور بہت سے شافعیہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات میں زندہ بھی مُردہ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

جس طرح زندہ، اللہ تعالیٰ کے اذن، رضا، ارادہ، حکم اور قدرت کے بغیر امداد نہیں کر سکتا۔ اسی طرح میت بھی ہے، عمل کے منقطع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل موجود ہی نہ ہو، کیونکہ فرشتوں کے اعمال منقطع ہیں۔ اس کے باوجود انہیں جو حکم دیا جاتا ہے، وہ کرتے ہیں۔

میں نے خواب میں حضرت امام حسن ابن علی کو دیکھا۔ انہوں نے جماعت کرائی۔ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس جگہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ برزخ دار عمل نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! اس جگہ نماز واجب نہیں ہے، لیکن اولیاء کرام اس جگہ نفلی طور پر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے رب کی عبادت سے فرحت و نشاط حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

پھر مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آئی کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نماز بھی دُعا پر مشتمل ہے اور یہ حدیث کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ علامہ طیبی نے فرمایا انبیاء کے لیے دُعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا بعید نہیں ہے، کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں، اگرچہ دارِ آخرت دارِ تکلیف نہیں ہے۔

پس زیارت کرنے والے کے لیے میت کے دُعا کرنے سے کونسا مانع ہے؟ حالانکہ سوال مردوں سے نہیں ہے، بلکہ اولیاء کی روحوں سے ہے اور روحیں موت

کا ذائقہ نہیں چکھتیں اور نہ ہی فنا ہوتی ہیں، بلکہ ان کا احساس اور ادراک باقی رہتا ہے۔ خصوصاً ارواحِ انبیاء اور شہداء، کیونکہ وہ کتاب و سنت کی نص کے مطابق زندوں کے حکم میں ہیں۔ ہاں یہ استعانت ان کی قبروں کے پاس ہونی ضروری ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں دُور سے نہیں سنتے تھے، موت کے بعد کیسے سُنیں گے؟

اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آیا ہے کہ بندہ کثرتِ نوافل سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے اعضاء تجلیاتِ الٰہیہ کا مظہر بن جاتے ہیں اور اس حدیث کی شرح میں امام رازی کی یہ تصریح کہ بندہ قریب و بعید کی چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے، یقیناً مذہبی مادہ پرستوں کے لیے یہ بڑے اچنبھے کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس مقام پر فائز کر دے تو اس بندے کیلئے دُور و نزدیک کی چیزوں کا دیکھنا سُننا کچھ مشکل نہیں۔

منکرین کے سامنے جب مخلوق سے استعانت کے جائز ہونے پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جائیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو زندوں سے استعانت ہے، اسے تو ہم بھی مانتے ہیں، ہم جو شرک کہتے ہیں تو مُردوں سے مدد مانگنے کو کہتے ہیں۔ نواب صاحب اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

وَلَا عَجَبَ مِنَ الْعَجَبِ مَا فَرَّقَ بَعْضُ إِخْوَانِنَا فِي هٰذَا بَيْنَ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ وَظَنَّ أَنَّ الْإِسْتِنْصَارَ وَالْإِسْتِغَاثَةَ بِالْأَحْيَاءِ فِي أُمُوْرٍ يَقْدِرُ عَلَيْهَا الْعِبَادُ لَيْسَ بِشِرْكٍ وَهُوَ شِرْكٌ بِالْأَمْوَاتِ فِي نَفْسِ تِلْكَ الْأُمُوْرِ وَهَلْ هٰذَا إِلَّا سَفْسَطَةٌ ظَاهِرَةٌ فَإِنَّ الْحَيَّ وَالْمَيِّتَ سِيَّانِ فِي كَوْنِهِمَا غَيْرَ اللّٰهِ فَغَايَةُ مَا فِي الْبَابِ أَنَّ الْإِسْتِنْصَارَ بِالْأَمْوَاتِ شِرْكٌ بِالْأَحْيَاءِ لَا شَرِيْكَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔[1]

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی ص ۱۸



"عجیب ترین بات یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائیوں نے استعانت میں زندوں اور مُردوں کا فرق کیا ہے اور گمان کیا کہ وہ امور جو بندوں کی قدرت میں ہیں، ان میں زندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں، البتہ انہی امور میں مُردوں سے مدد مانگنا شرک ہے، حالانکہ یہ کھلا مغالطہ ہے کیونکہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنا انہیں زندوں کا شریک بنانا ہے، نہ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک۔"

یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

"جو شرک ہے وہ جس کے ساتھ کیا جائے گا شرک ہی ہوگا اور ایک کے لیے شرک نہیں، تو وہ کسی کے لیے شرک نہیں ہو سکتا۔ کیا اللہ کا شریک مردے نہیں ہو سکتے زندے ہو سکتے ہیں؟ دُور کے نہیں ہو سکتے، پاس کے ہو سکتے ہیں، انبیاء نہیں ہو سکتے، حکیم ہو سکتے ہیں، انسان نہیں ہو سکتے، فرشتے ہو سکتے ہیں؛ حاشا للہ! اللہ کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا۔"[1]

## اعرابی کا استغاثہ

حضرت عتبی فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اعرابی آیا اُس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! میں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سُنا ہے،

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تمہارے پاس آئیں، پھر اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ان کے لیے مغفرت طلب کرے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول

[1] احمد رضا بریلوی، امام: برکات الامداد، ص ۲۸

کرنے والا، مہربان پائیں گے۔"

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اُس اعرابی نے یہ شعر پڑھے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِہِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ
نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُہٗ
فِیْہِ الْعِفَافُ وَفِیْہِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

اے بہترین وہ ذات کہ اس میدان میں ان کا جسم اطہر مدفون ہے جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے۔

میری جان اس قبر پر فدا جس میں آپ تشریف فرما ہیں؛ اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں جود و کرم ہے۔

اس کے بعد اعرابی کے چلا گیا۔ عتبی کہتے ہیں مجھے اُونگھ آگئی۔ میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ نے فرمایا: عتبی! اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔[1]

امام علامہ شمس الدین محمد بن جزری شافعی یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّتُہٗ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ عو مص وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ ط وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ ط[2]

[1] اسماعیل بن کثیر القرشی، تفسیر ابن کثیر (دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر) ج ۱، ص ۵۲۰
[2] محمد بن محمد جزری امام، الحصن الحصین، (مصطفیٰ البابی حلبی، مصر) ص ۲۲



"جب کسی آدمی کی سواری گم ہو جائے تو ندا کرے، اے اللہ کے بندو امداد کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ)

اور اگر امداد چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو میری امداد کرو (تین بار اس طرح کہے)، یہ عمل مجرب ہے (معجم کبیر، امام طبرانی)

یاد رہے کہ حصن حصین دعاؤں کا وہ مجموعہ ہے جو علامہ جزری نے احادیث صحیحہ سے منتخب کیا ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

وَاَخْرَجْتُہٗ مِنَ الْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کے مذہب کے مطابق لازم آئے گا کہ معاذ اللہ! حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کی تعلیم دی ہو اور ائمہ دین شرک کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔

## تحریف معنوی

کافروں کے بارے میں وارد آیات مومنوں پر اور بتوں سے متعلق آیات انبیاء پر چسپاں کرنا مشرکین اور خوارج کا وطیرہ رہا ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا[2]

اس کے سبب بہت لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے مطالب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیے کامیاب ہوئے۔ مشرکین، منافقین اور خوارج نے اپنی عقل کو امام بنایا، گمراہی کے گڑھے ان کا مقدر ہوئے۔

[1] محمد بن محمد جزری، امام، الحصن الحصین، ص ۲
[2] پ ۱ البقرۃ، آیت ۲۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ؛

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [1]

"بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو، سب جہنم کا ایندھن ہیں۔"

قاضی شوکانی لکھتے ہیں ؛

"جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ میں سے ابن زبعری نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ کے سوا تو فرشتوں، حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور حضرت مریم کی بھی عبادت کی جاتی ہے، لہٰذا وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔" [2]

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۔ [3]

"بے شک وہ جن کے لیے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔"

اس مشرک کو اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ وَمَا تَعْبُدُونَ میں لفظ مَا لایا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اس میں فرشتے اور انبیاء کیسے داخل ہوں گے؟

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں ؛

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا

[1] پ ۱۷ الانبیاء ۲۱ آیت ۹۸
[2] محمد بن علی شوکانی ؛ تفسیر فتح القدیر ج ۳، ص ۴۲۹
[3] پ ۱۷ الانبیاء ۲۱ آیت ۱۰۱



علی المؤمنین [1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو تمام مخلوق خدا سے زیادہ شریر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے، انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات مومنوں پر چسپاں کر دی ہیں۔"

احسان الٰہی ظہیر نے بھی کافروں کے بارے میں نازل شدہ آیات، مسلمانوں پر اور بتوں کے بارے میں وارد آیات انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے یہ ناکام تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کسی کی امداد نہیں کر سکتے اور ان سے مدد مانگنا ناجائز ہے۔ اب یہ تو ظہیر صاحب ہی بتائیں گے کہ انہوں نے یہ کرتب مشرکین مکہ سے سیکھا ہے یا خوارج سے؟

ایک آیت یہ پیش کی ہے ؛

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ [2]

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ؛

هٰذَا أَمْرٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يَقُولَ لِلْكُفَّارِ قُرَيْشٍ أَوْ لِلْكُفَّارِ عَلَى الْإِطْلَاقِ۔ [3]

"یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہے کہ کفار قریش کو فرمائیں یا مطلق کافروں کو۔"

دوسری آیت یہ پیش کی ہے :

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن

[1] محمد بن اسماعیل البخاری ؛ صحیح بخاری (نور محمد، کراچی) ج ۲، ص ۱۰۲۴
[2] پ ۲۲ السبا ۳۴ آیت ۲۲
[3] محمد بن علی الشوکانی ؛ تفسیر فتح القدیر ج ۴، ص ۳۲۴

دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ [1]

اس آیت کی تفسیر میں قاضی شوکانی نے کہا، [2]

لا یسمعوا دعاءکم لکونها جمادات لا تدرك شیئاً من المدرکات (الی ان قال) ویجوز ان یرجع (والذین تدعون من دونه) وما بعده الی من یعقل من عبدهم الکفار وهم الملائکة والجن والشیاطین

"لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ" وہ تمہاری دعا کو نہیں سنیں گے، کیونکہ وہ پتھر ہیں اور کسی بھی چیز کا ادراک نہیں کرتے اور جائز ہے کہ "وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ" اور اس کے مابعد سے مراد وہ عقل والے ہوں جن کی کافروں نے عبادت کی اور وہ ہیں ملائکہ، جن اور شیاطین۔

غور فرمایئے قاضی شوکانی جس آیت کو بتوں اور شیطانوں کے حق میں وارد قرار دیتے ہیں۔ ظہیر صاحب محض سینہ زوری سے اس آیت کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنے پر مُصر ہیں۔

پھر اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ" یعنی معبودانِ باطلہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے، جبکہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہلِ محشر کی درخواست پر فرمائیں گے، "اَنَا لَهَا" [3] میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔ لہٰذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ یہ آیت انبیاء و اولیاء کو بھی شامل ہے۔ یہ صرف بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا جاتا ہے۔ الحمد للہ! کہ انبیاء و اولیاء کو کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتا۔

---

[1] پ ۲۲ فاطر ۳۵ آیت ۱۳

[2] محمد بن علی الشوکانی، تفسیر فتح القدیر ج ۴، ص ۳۴۳

[3] مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۰



اسی طرح باقی پیش کردہ آیات بھی بتوں اور معبودانِ باطلہ کے بارے میں ہیں انہیں زیرِ بحث مسئلہ میں پیش کرنا ناخوش فہمی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ [1]

اتنا غور کرنے کی زحمت بھی نہیں کی کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر رحمت کرنا چاہے یا کسی کو زحمت دینا چاہے تو خود ساختہ معبود اسے روک نہیں سکتے۔ اس آیت کو معاذ اللہ، انبیاء و اولیاء پر کسی طرح بھی منطبق نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اللہ تعالیٰ کے مدمقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ و فیصلہ فرمائے تو یہ حضرات اسے روک سکتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات محبوبیت کے اس مقام پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا کو رد نہیں فرماتا۔

ایک آیت یہ بھی پیش کی ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا [2]

کیا ان لوگوں کی غیرتِ ایمانی بالکل مر چکی ہے کہ اس قسم کی آیات انبیاء و اولیاء کے لیے پیش کر رہے ہیں؟ کیا شیطانِ مرید ایسے الفاظ انبیاء و اولیاء کے لیے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا؟ کیا ان لوگوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ

---

[1] پ ۲۴ ۔ الزمر ۳۹ آیت ۳۹

[2] پ ۵ النساء ۴ آیت ۱۱۸

قیامت کبھی نہیں آئے گی؟

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے بھی استدلال کیا ہے، اور منکرین استعانت، بڑے تواتر سے اس آیت کو پیش کرتے ہیں، حالانکہ اس آیت کو عموم پر رکھا جائے، تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بھی مدد مانگنا جائز نہ ہو، نہ زندہ سے، نہ مُردہ سے، نہ قریب سے، نہ بعید سے، نہ طبیب سے، نہ پولیس سے، نہ سعودیہ سے، نہ امریکہ سے، غرضیکہ کسی سے بھی امداد مانگنا شرک ہوگا۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں؛

قال الشوکانی من اصحابنا لا خلاف فی جواز الاستعانۃ بالمخلوق فی مایقدر علیہ اما ما لا یقدر علیہ الا اللہ فلا یستعان ولا یستغاث فیہ الا بہ وھو المراد فی قولہ ایاك نستعین وبھذا ظھر ان من اصحابنا من زعم ان مطلق الاستعانۃ والاستغاثۃ بغیر اللہ شرك فقد غلا وتجاوز الحد نعوذ باللہ من الغلو والافراط۔ لہ

"ہمارے اصحاب میں سے شوکانی نے کہا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت میں ہو اس میں استعانت کے جائز ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں، اس میں صرف اسی سے استعانت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے بھی یہی مراد ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ کہ ہمارے اصحاب میں سے جس نے بھی یہ کہا ہے کہ غیر اللہ سے استعانت مطلقاً شرک ہے، تو اس نے غلو سے کام لیا ہے اور حد سے تجاوز کیا ہے۔"

لہ وحید الزمان، نواب؛ ہدیۃ المہدی، ص ۱۹



اور جب یہ طے ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر نہیں ہے، تو پھر اس میں وہی تفصیل کی جائے گی جو سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے بیان کی ہے کہ مخلوق کو مستقل جان کر استعانت حرام ہے اور مظہر عونِ الٰہی جان کر استعانت کی تو یہ صرف جائز ہے — بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اب بتائیے انبیاء و اولیاء سے استعانت اس آیۂ مبارکہ کے کیسے مخالف ہوئی؟

مبتدعین زمانہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں؛

"مشرکین بحری سفر میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے، جبکہ یہ لوگ (اہل سنت وجماعت) ہر سفر میں بری ہو یا بحری غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔" لہ

حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تصریح کے مطابق جب انبیاء و اولیاء کو مظہر عونِ الٰہی مانا تو ان سے استعانت اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے، اس لیے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہل سنت ہر جگہ بحر و بر میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، لیکن ان ہستیوں کے وسیلے سے جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور جب مین منجدھار میں دیکھا کہ غیر اللہ کی مدد نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں۔ اہل سنت کا اعتماد ہر جگہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے غیر پر نہیں۔

نواب وحید الزمان ایک سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں؛

لا یقال ان السؤال عن الصنم او الوثن شرك مطلقا ولو سأل عنھم ما یسأل عن الناس الاحیاء لانا نقول للصنم والوثن حکم آخر حیث امر اللہ بالاجتناب عنھما وامر بکسرھما واحراقھما فالسائل عنھما ولو

لہ احسان الٰہی ظہیر؛ البریلویۃ، ص ۸۴

سأل ما يسأل من الاحياء كانه معظم لهما وقد قدمنا ان ادنى التعظيم لما يعبده المشركون غير الملائكة والانبياء والصلحاء من عباد الله والشعائر التي بقيت حرمتها في ديننا كفر وارواح الانبياء والاولياء ليست من قبيل الاصنام والاوثان بل هي من جنس الملائكة او اشرف منها فتقاس على الملائكة لا على الاصنام والاوثان التي هي رجس [1]

"سوال: بُت یا وثن سے سوال کرنا مطلقاً شرک ہے، اگرچہ وہ چیز مانگی جائے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے (پھر تم کیسے کہتے ہو کہ جو چیز زندگی میں مانگی جا سکتی ہے وہ انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے؟)

جواب: صنم اور وثن کا حکم الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اجتناب اور انہیں توڑ دینے کا حکم دیا ہے۔ جو شخص ان سے سوال کرتا ہے اگرچہ وہ چیز مانگے جو زندوں سے مانگی جاتی ہے، وہ ان کی تعظیم کرتا ہے اور ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ ملائکہ، انبیاء، اولیاء، اور وہ شعائر جن کی عزت ہمارے دین میں باقی ہے۔ ان کے علاوہ جن چیزوں کی مشرک عبادت کرتے ہیں، ان کی معمولی تعظیم بھی کفر ہے۔ انبیاء و اولیاء کی روحیں، اصنام اور اوثان کے قبیلے سے نہیں ہیں، بلکہ یہ ملائکہ کے قبیلے سے ہیں یا ان سے اعلیٰ ہیں لہٰذا ان ارواح کو فرشتوں پر قیاس کیا جائے گا نہ کہ اصنام و اوثان پر جو سراپا نجاست ہیں۔"

[1] وحید الزمان، نواب: ہدیۃ المہدی، ص ۲۷



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# توسُّل

لُغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسُّل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دُعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو توسُّل ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں، لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے ایک شخص نے پوچھا: "توسُّل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟" انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ [1]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"

اس شخص نے کہا کہ آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں، حضرت نے فرمایا: "تمہارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟" اُس نے کہا: "مجھے کیا معلوم؟" حضرت نے فرمایا: "حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟" اس نے کہا: "یقیناً مقبول ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنا سکتے جو یقیناً مقبول ہیں۔"

[1] القرآن، پ ۶، المائدہ ۵، آیت ۳۵

# اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذواتِ کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انزل اللہ علی امانین وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں،

(۱) وَمَاکان اللہُ لیعذبھم وانت فیھم (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا، جب تک اے حبیب! تم ان میں موجود ہو۔)

(۲) وَما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں

پہلی آیت میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اور دوسری آیت میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رب اشعث مدفوع بالابواب لواقسم علی اللہ لابرہ رواہ مسلم[2]

"بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے اگر قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے (مسلم شریف)

حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] محمد بن عیسیٰ ترمذی، امام، ترمذی شریف، ابواب التفسیر، ص ۴۳۹

[2] شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) ص ۴۴۶



ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم[1] (رواہ البخاری)

"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا،

الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلا کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلا یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اہل الشام بھم العذاب۔[2]

"ابدال شام ہی میں ہوں گے۔ یہ چالیس مرد ہوں گے، ان میں سے ایک جب فوت ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا ان کی برکت سے بارش دی جائے گی۔ ان کے وسیلے سے دشمنوں پر مدد طلب کی جائے گی اور ان کی بدولت اہلِ شام سے عذاب دفع کیا جائے گا۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابغونی فی ضعفائکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفائکم (رواہ ابوداؤد)[3]

"تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو کیونکہ تمہیں ضعیفوں کی بدولت رزق ہی دیا جاتا ہے یا فرمایا کہ تمہیں امداد دی جاتی ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ شریف، ص ۴۴۶

[2] ایضاً " ص ۳-۵۸۲

[3] ایضاً " باب فضل الفقراء، ص ۴۴۷

ایک تو وہ ضعیف ہیں جو ناداری کا شکار ہیں۔ دوسرے وہ جو عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے لاغر و نزار ہیں۔ دونوں قسم کے لوگ اولیاء کرام وسیلۂ نصرت و رحمت بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں:

اِنَّہٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْن رواہ فی شرح السنۃ[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراءِ مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔"

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

وقال ابن الملک بان یقول اللھم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المھاجرین[2]

"ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح دعا مانگتے تھے: اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث یہ ہرگز نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں، بلکہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ صحابۂ مہاجرین کی عزت افزائی ہے اور امتِ مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو۔ سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جا سکتا ہے۔ خود اس ذاتِ مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟

---

[1] شیخ ولی الدین، امام: مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۷

[2] علی بن سلطان محمد القاری، مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ۔ ملتان) ج ۱۰، ص ۱۳



اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ مقبولِ بارگاہ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

## سیدِ عالم محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت مبارکہ کے بعد حیاتِ طیبہ ظاہرہ میں، وصال کے بعد عالمِ برزخ کی مدت میں اور میدانِ قیامت میں جائز اور واقع ہے۔[1]

علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

لا سبیل الی السعادۃ والفلاح لا فی الدنیا ولا فی الاخرۃ الا علی ایدی الرسل ولا ینال رضاء اللہ البتۃ الا علی ایدیھم[2]

"دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہی مل سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کی بدولت میسر آسکتی ہے۔"

## ولادت باسعادت سے پہلے توسل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یا رب اسألک بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا آدم وکیف عرفت محمدا ولم اخلقہ؟ قال یا رب لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش

---

[1] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی، مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار (المطبعۃ الشرفیۃ مصر) ص ۵۵

[2] ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد ج ۱، ص ۲۸

مکتوبًا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمتُ انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللّٰہ صدقت یا ادم انہ لاحب الخلق الیّ ادعُنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ما خلقتک ھٰذا حدیث صحیح الاسناد[1]

• جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھ سے محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تم نے محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے انہیں ابھی پیدا ابھی نہیں کیا، عرض کیا: میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے اندر روحِ خاص پھونکی تو میں نے سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ لکھا ہوا ہے۔ میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو، میں نے تمہاری مغفرت فرما دی۔ اگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے، تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"

اہل کتاب حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

علامہ ابن القیّم لکھتے ہیں،

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما کانت یھود خیبر تقاتل غطفان فلما التقوا ھزمت یھود خیبر فعاذت الیھود

[1] الحاکم النیشاپوری : المستدرک کتاب التاریخ، دار الفکر بیروت، ج ۲، ص ۶۱۵



بھٰذا الدعاء فقالت: اللّٰھم انا نسألک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان الا نصرتنا علیھم قال فکانوا اذا التقوا دعوا بھٰذا الدعاء فھزموا غطفان فلما بعث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفروا بہ فانزل اللّٰہ عزوجل وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی بک یا محمد[1]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے ساتھ حالتِ جنگ میں رہتے تھے۔ ایک مقابلے میں یہودی شکست کھا گئے، تو انہوں نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دعا مانگتے ہیں جنہیں تو نے آخری زمانے میں ہمارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو ہمیں غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اب وہ مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے غطفان کو شکست دے دی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یعنی اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے وسیلے سے۔

## حیاتِ ظاہرہ میں توسل

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)، ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ (الجامع الفرید) ص ۴۹۳

سے راوی ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب لحد تک پہنچے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت، اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔[1]

"اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے، اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔ اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما۔ بیشک تو سب سے بڑا رحم والا ہے۔"

اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہے۔

علامہ نور الدین سمہودی فرماتے ہیں:

وقد یکون التوسل بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطلب ذالک الامر بمعنی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قادر علی التسبب فیہ بسؤالہ وشفاعتہ الی ربہ فیعود الی طلب دعائہ وان اختلفت العبارۃ ومنہ قول القائل لہ اسألک مرافقتک فی الجنۃ الحدیث و

[1] نور الدین علی بن احمد السمہودی (م ۹۱۱ھ) وفاء الوفاء (دار احیاء التراث العربی بیروت) ج ۴، ص ۸۹۹



لا یقصد بہ الا کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سببا وشافعا۔[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے طلب کی جاتی ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں دعا شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں۔ اس کا مآل یہ ہوگا کہ آپ سے دعا کی درخواست ہے، اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ اسی قسم سے صحابی (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے: اسألک مرافقتک فی الجنۃ (الحدیث)، میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اور سفارشی بنیں۔"

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ
الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطایب
وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ
بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

"طیب و مکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔
آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے، اس وقت قبیلہ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے۔

[1] نور الدین علی بن احمد السمہودی، وفاء الوفاء ج ۴، ص ۱۳۷۴-۵
[2] عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب النجدی، مختصر سیرۃ الرسول (مکتبہ سلفیہ لاہور) ص ۶۹

اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ہوازن کا ایک وفد مشرف با سلام ہو کر حاضر بارگاہ ہوا۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کر لو۔ انہوں نے عرض کیا، ہمیں قیدی محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا، جو قیدی میرے ہیں یا بنو عبد المطلب کے ہیں، وہ تمہارے ہیں۔ باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو،

واذا ما انا صليت الظهر بالناس فقوموا فقولوا انا نستشفع برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى المسلمين و بالمسلمين الى رسول الله في ابنائنا و نسائنا فسا عطيكم عند ذالك واسال لكم[1]

"جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں، تو تم کھڑے ہو کر کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں، تو میں تمہیں اس وقت عطا کر دوں گا اور تمہاری سفارش کروں گا۔"

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اکثر صحابہ نے عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ حضور کا ہے۔ باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے، پہلے مال غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی مل گئے۔

اسی موقع پر حضرت زہیر بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے عرض کیا،

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَاِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَ نَنْتَظِرُ[2]

---

[1] عبد الملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ): السیرۃ النبویہ (ج ۴، مع الروض الانف) (مکتبہ فاروقیہ ملتان) ج ۲ ص ۲۰۶
[2] عبد الرحمن بن عبد اللہ السہیلی: الروض الانف (مکتبہ حسن فاروقیہ، ملتان) ج ۲ ص ۳۰۶



"یا رسول اللہ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ وہ انسان ہیں، جن کے احسان کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔"

قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ کی جنگ اسلام سے پہلے چلی آ رہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر، قریش کے حلیف بن گئے اور خزاعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ بنو بکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اور قریش کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی۔ عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

انها سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في متوضئه ليلا، لبيك لبيك (ثلاثا) نُصِرْتَ نُصِرْتَ (ثلاثا) قلت يا رسول الله سمعتك تقول في متوضئك لبيك لبيك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بني كعب يستصرخني ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بني بكر (الى ان قالت) قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلى الصبح بالناس، فسمعت الراجز ينشد۔[1]

"انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو خانے میں تین مرتبہ لَبَّیْکَ کہی اور تین مرتبہ نُصِرْتَ (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لَبَّیْکَ اور تین مرتبہ نُصِرْتَ

---

[1] شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب النجدی: مختصر سیرۃ الرسول (مکتبہ سلفیہ لاہور) ص ۳۲۳

فرماتے ہوئے سُنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں، کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے۔ تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا؛

یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہِ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سُنی گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دُعا فرمائی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر چاہو تو میں تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا دُعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دُعا مانگو؛

اَللّٰھُمَّ انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ

یا محمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ

لتقضیٰ اللّٰھم شفعہ فیّ۔[۱]

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ پوری کر دی جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔"

---

[۱] ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری، المستدرک (دارالفکر، بیروت)، ج ۱، ص ۵۱۹

نوٹ: ترمذی شریف، ابواب الدعوات (نور محمد کراچی) ص ۵۱۵ پر بھی یہ حدیث موجود ہے، لیکن اس میں لفظ یا محمد حذف کر دیا گیا ہے۔ شاید اس حدیث کو بھی عقیدۂ توحید کے مخالف سمجھا گیا ہے۔ ۱۲ قادری



امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کبھی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

اہلِ مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے، تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دُعا کی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زور دار بارش شروع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ نے دُعا کی اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛

لوادرک ابوطالب ھٰذا الیوم لسرّہ فقال لہ بعض اصحابہ یا رسول اللہ! اردت لقولہ ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

فقال اجل![۱]

"اگر ابوطالب اس دن کو پاتے، تو انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضور! آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے،

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دُعا مانگی جاتی ہے۔ یتیموں اور ناداروں کے ملجا و ماویٰ!

فرمایا، ہاں!"

---

[۱] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ (مع الروض الانف) ج ۱، ص ۱۷۹

## وصال کے بعد توسل

امام قسطلانی، ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع ملی تو روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے،

ولو ان موتك كان اختيارا لجدنا لموتك بالنفوس
اذكرنا يا محمد عند ربك ولنكن من بالك۔ [1]

"اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا۔"

ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا، وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو، اللّٰھم انی اسئلک الخ

انہوں نے یہ عمل کیا نہ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ان کی حاجت پوری کر دی، بلکہ فرمایا، جب کوئی کام ہو تو میرے پاس آ جانا۔ یہ صاحب واپسی پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور شکریہ ادا کیا کہ آپ کی سفارش سے میرا کام ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی۔ میں نے تو تمہیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمایا تھا۔ (ملخصاً) [2]

---

[1] احمد بن محمد القسطلانی، امام، (م ۹۲۳ھ) مواہب لدنیہ (مع شرح الزرقانی) ج ۸، ص ۲۲۲

[2] الطبرانی، امام، المعجم الصغیر ص ۱۰۳



حضرت مالک الدار (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط واقع ہو گیا۔ ایک صاحب (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی،

یا رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا

"یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے کیونکہ وہ لوگ ہلاک ہوتے جا رہے ہیں۔"

قال فاتاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وقال ائت عمر فمره ان یستسقی للناس فانهم سیسقون وقل له علیك الكیس الكیس فاتی الرجل عمر فاخبره قال فبكی عمر وقال یا رب ما آلو الا ما عجزت عنه [1]

خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا: حضرت عمر رو دیئے۔ اور کہا یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے عام الرمادہ کہتے ہیں۔ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی قوم بنو مزینہ نے کہا، ہم مرے جا رہے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا۔ اصرار بڑھا تو انہوں نے بکری ذبح کی۔ جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سُرخ ہڈی نکلی

---

[1] ابن عبد البر النمری القرطبی، الاستیعاب، دار صادر، بیروت، ج ۲، ص ۴۶۴

یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریاد کی :

فنادیٰ یا محمداہ فلما امسیٰ فاُریٰ فی المنام
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ ابشر بالحیاۃ[1]

"اور پکارا یا محمداہ ۔ رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو۔"

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی :

نادیٰ بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ
یا محمداہ[2]

"تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمداہ !"

حضرت ابو عبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے، اتنے میں ذیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورتِ حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا :

---

[1] حافظ ابن کثیر ، البدایۃ والنہایۃ (مکتبۃ المعارف ، بیروت ) ج ۷ ، ص ۹۱

[2] ایضاً ، " ج ۶ ، ص ۳۲۴



یا محمد ! یا محمد ! یا نصر اللہ انزل[1]

"یا محمد (دو بار) اے اللہ کی امداد نزول فرما"

مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی ، اس وقت مسلمانوں کا شعار (علامتی نشان) تھا۔

یا محمد ! یا محمد ! یا نصر اللہ انزل[2]

ابو الجوزاء حضرت اوس بن عبد اللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا ، اہلِ مدینہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا :

اُنظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوًا الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف قال ففعلوا فمطروا مطرا حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق[3]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کو دیکھو اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اگا ، اونٹ موٹے ہو گئے اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الفتق رکھ دیا گیا۔"

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا

---

[1] محمد بن عمر الواقدی ، فتوح الشام (مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۳۴ء ) ج ۱ ، ص ۱۹۶

[2] ایضاً ، " " " " ج ۲ ، ص ۲۱۸

[3] عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی (م ۲۵۵ھ) ، سنن دارمی (دار المحاسن ، مصر ) ج ۱ ، ص ۴۳

فقال له رجل ، اذکر احبّ الناس الیك فقال یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم فکأنما انشط من عقال[1]

"ایک شخص نے انہیں کہا: اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔ انہوں نے کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے، گویا قید سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔"

"اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا: اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں"۔ اس نے کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اس کا پاؤں صحیح ہو گیا۔[2]

"ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے انہیں طلب کرنے کے لیے حضرت موسیٰ اشعری (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کی طرف سے بھیجے گئے۔ بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آل عامر کو بلایا تو حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) اپنے رشتہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے، انہیں حضرت ابوموسیٰ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں تازیانے لگائے۔ اس پر حضرت نابغہ (صحابی رضی اللہ عنہ) نے کہا:

فان تك لابن عفان امینا — فلم یبعث بك البرّ الامینا

ویا قبر النبی وصاحبیه — الا یا غوثنا لو تسمعونا[3]

---

[1] ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، امام: الاذکار (مصطفیٰ البابی الحلبی مصر) ص ۲۰۱

[2] ایضاً " " " ص ۲۰۱

[3] ابن عبد البر النمری القرطبی (م ۴۶۳ھ) الاستیعاب علی الاصابہ (دار صادر بیروت) ج ۳، ص ۵۸۶



"اگر تو ابن عفان کا امین ہے، تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا۔"

"اے نبی اور ان کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریادرس!

کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!"

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تراست میں میدانِ جنگ سے گزریں تو بے ساختہ فریاد کی؛

یا محمداہ! یا محمداہ صلی علیك اللہ وملك السماء هذا حسین بالعراء مزمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمداہ! وبناتك سبایا وذریتك مقتلة تسفی علیها الصبا — قال فابکت کل عدو وصدیق[1]

"اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد (دو مرتبہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد، آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رُلا دیا۔

## امتِ مسلمہ ——— اور توسل

### اجماعِ صحابہ

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش کی دعا اس طرح مانگا کرتے تھے۔

---

[1] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ (مکتبۃ المعارف بیروت) ج ۸، ص ۱۹۳

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔[1]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر فاروق، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے بار الٰہا! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہمیں سیراب فرما۔ تو انہیں بارش عطا کر دی جاتی۔"

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وصال کے بعد توسل جائز نہیں۔ یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

۱۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بارگاہ الٰہی میں صرف اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں بلکہ ذوات صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، کیونکہ یہ دعا صحابہ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ جبکہ تمہیں اس سے انکار ہے۔

۲۔ اگرچہ حضرت عباس وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود ان کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا تھا، لیکن حضرت عمر فاروق نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو در اصل یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ ہے۔

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، امام، صحیح البخاری (نور محمد، کراچی) ج ۱، ص ۱۳۷



علامہ بدر الدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا مانگی۔ پھر حضرت عباس نے جو ان کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ میں دعا کی،

اللّٰھم لم ینزل بلاء الا بذنب ولم یکشف الا بتوبۃ وقد توجہ بی القوم الیک لمکانی من نبیک۔[1]

"اے اللہ! بلا گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے۔ یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ میرا تیرے نبی سے تعلق ہے۔"

حافظ ابن عبد البر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

وروینا من وجوہ عن عمر انہ خرج یستسقی وخرج معہ بالعباس فقال اللّٰھم انا نتقرب الیک بعم نبیک صلی اللہ علیہ وسلم ونستشفع بہ فاحفظ فیہ لنبیک صلی اللہ علیہ وسلم کما حفظت الغلامین لصلاح ابیھما۔[2]

"ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ استسقاء کے لیے نکلے اور دعا کی اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں۔ پس تو ان میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رعایت فرما جیسے تو نے دو بچوں کی ان کے باپ کی نیکی کے طفیل حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کر دی)

[1] بدر الدین محمود عینی، علامہ، عمدۃ القاری (محمد امین دمج، بیروت) ج ۷، ص ۳۲

[2] ابن عبد البر النمری القرطبی، الاستیعاب (دار صادر بیروت) ج ۲، ص ۹۵

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا کرنا در اصل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی سے توسل ہے۔

۲۔ بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلّم تھا ہی، حضرتِ فاروقِ اعظم نے حضرت عباس کا وسیلہ پیش کر کے بتا دیا کہ توسل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہلِ صلاح امتیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ امتی کو وسیلہ نہیں بنا سکتے۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں،

ان السماء قحطت فخرج معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ واھل دمشق یستسقون فلما قعد معاویۃ علی المنبر قال این یزید بن الاسود الجرشی؟ قال فناداہ الناس فاقبل یتخطی فامرہ معاویۃ فصعد المنبر فقعد عند رجلیہ فقال معاویۃ اللھم انا نستشفع الیک الیوم بخیرنا وافضلنا اللھم انا نستشفع الیک بیزید بن الاسود الجرشی یا یزید ارفع یدیک الی اللہ فرفع یزید ورفع الناس ایدیھم فما کان اوشک ان ثارت سحابۃ فی المغرب وھبت لھا ریح فسقینا حتی کاد الناس لا یتصلون الی منازلھم۔[1]

"بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہلِ دمشق بارش کی دُعا کے لیے باہر نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے، تو فرمایا،

[1] ابن سعد (م ۲۳۰ھ) الطبقات (دار صادر، بیروت) ج ۷، ص ۴۴۴



یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بُلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی، اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی، اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔"

اس اجتماع میں صحابہ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں۔ ان میں سے کسی نے ایک مردِ صالح کے وسیلے سے دُعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ بھی ان حضرات کا جوازِ توسل پر اجماع ہے۔

## توسل ——— اور ائمۂ اربعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں،

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی — انی فقیر فی الوریٰ لغناک
یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ — جدلی بجودک وارضنی برضاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن — لابی حنیفۃ فی الانام سواک[1]

"اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں، میں تمام مخلوق میں آپ کے غنا کا فقیر ہوں۔"

[1] ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام، قصیدۂ نعمانیہ مع الخیرات الحسان، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ص ۲۰۰/۱۹۹

"اے جن و انس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے!
مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرما دیں۔
میں آپ کی بخشش کا اُمیدوار ہوں، اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔"

حضرت امام مالک مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں، منصور (بنو عباس کے خلیفہ ثانی) نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور کی زیارت کے لیے حاضری دی تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! میں قبلہ رُخ ہو کر دُعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رُخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا:

ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة
ابيك آدم الى الله تعالىٰ بل استقبله واستشفع به
فيشفعه الله فيك ۔[1]

"تم اپنا چہرہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتے ہو، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا اور تیرے جدِ امجد سیدنا آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں، بلکہ آپ کی طرف رُخ کر، آپ سے شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔"

تعجب ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں بہت سے لوگوں کو کعبہ شریف کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ انہیں کوئی منع نہیں کرتا، لیکن بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنے والوں کو باصرار کہا جاتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دُعا مانگو، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف پشت کر لو ——— فیا للعجب! والی اللہ المشتکیٰ۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

---

[1] قاضی عیاض مالکی، امام: الشفاء (فاروقی کتب خانہ، ملتان) ج ۲، ص ۳۳



آل النبی ذریعتی وھم الیه وسیلتی
ارجو بھم اُعطی غدا بیدی الیمین صحیفتی[1]

"آلِ نبی میرا ذریعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف میرا وسیلہ ہے۔
مجھے اُمید ہے کہ ان کے وسیلے سے مجھے قیامت کے دن نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔"

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا مانگی تو ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو تعجب ہوا۔ امام احمد نے فرمایا:

ان الشافعی کالشمس للناس وکالعافیۃ للبدن[2]

"امام شافعی کی مثال ایسی ہے جیسے لوگوں کے لیے سورج اور بدن کے لیے صحت۔"

## توسّل ——— اور ائمہ اعلام

مسئلہ توسل کے بارے میں علماء اسلام کے اقوال اور واقعات کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر چند علماء اسلام کے ارشادات نقل کیے جاتے ہیں،

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۵۰۵ھ) آدابِ السفر میں فرماتے ہیں،

ویدخل فی جملته زیارة قبور الانبیاء علیھم السلام
وزیارة قبور الصحابة والتابعین وسائر العلماء و
الاولیاء وکل من یتبرك بمشاھدته فی حیاته یتبرك
بزیارته بعد وفاته ویجوز شد الرحال لھذا الغرض۔[3]

---

[1] احمد بن حجر المکی (م ۹۷۴ھ): الصواعق المحرقہ (مکتبۃ القاہرہ، مصر) ص ۱۸۰
[2] یوسف بن اسماعیل النبہانی: شواہد الحق (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۶۶
[3] ابوحامد محمد بن محمد الغزالی، الامام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۲، ص ۲۴۷

"سفر کی دوسری قسم ہیں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور دیگر علماء و اولیاء کے مزارات کی زیارت بھی داخل ہے۔ زندگی میں جس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔ وفات کے بعد بھی اس کی زیارت سے برکت حاصل کی جا سکتی ہے۔"

امام ابن الحاج جو علماء متشددین میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اولیاء کرام، انبیاء عظام اور خصوصاً حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسل اور استغاثہ کا طریقہ شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

اگر میت عوام الناس میں سے ہے تو اس کی قبر کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے میت کی طرف رخ کرے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر جہاں تک ممکن ہو میت کے لیے دعا کرے۔

وکذالک یدعو عند هٰذه القبور عند نازلة نزلت به او بالمسلمین ویتضرع الی اللّٰه تعالیٰ فی زوالها وکشفها عنه وعنهم

"اسی طرح ان قبور کے پاس جا کر دعا کرے، جب زائر پر یا مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے کہ اس مصیبت کو زائر اور مسلمانوں سے دور فرما دے۔"

ثم یتوسل باهل تلک المقابر اعنی بالصالحین منهم فی قضاء حوائجه ومغفرة ذنوبه ثم یدعو لنفسه ولوالدیه ولمشائخه ولاقاربه ولاهل تلک المقابر ولاموات المسلمین ولاحیائهم وذریتهم الی یوم الدین ولمن غاب عنه من اخوانه ویجأر الی اللّٰه تعالیٰ

لہ ابن الحاج، امام، المدخل، دارالکتاب العربی، بیروت، ج ۱، ص ۲۵۸



بالدعاء عندهم ویکثر التوسل بهم الی اللّٰه تعالیٰ لانه سبحانه اجتباهم وشرفهم وکرمهم فکما نفع بهم فی الدنیا ففی الاٰخرة اکثر فمن اراد حاجة فلیذهب الیهم ویتوسل بهم فانهم الواسطة بین اللّٰه تعالیٰ وخلقه۔

وقد تقرر فی الشرع وعلم ما للّٰه تعالیٰ بهم من الاعتناء وذالک کثیر مشهور وما زال الناس من العلماء والاکابر کابرا عن کابر مشرقا ومغربا یتبرکون بزیارة قبورهم ویجدون برکة ذالک حسا ومعنیً لہ

"پھر اپنی حاجتوں کے بر آنے اور گناہوں کی مغفرت میں اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، پھر اپنے لیے والدین، مشائخ اور اقرباء کے لیے، ان اہل قبور کے لیے، اور زندہ و مردہ مسلمانوں اور قیامت تک آنے والی ان کی اولادوں کیلئے اور جو بھائی غائب ہیں ان سب کے لیے دعا کرے۔

اور ان اولیاء کرام کے پاس کھڑا ہو کر عاجزانہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے اور کثرت سے ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا ہے اور انہیں شرافت و کرامت سے نوازا ہے۔ جس طرح دنیا میں ان کے ذریعے نفع عطا فرمایا ہے۔ آخرت میں اس سے زیادہ نفع ہے۔ جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے، تو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

شریعت میں ثابت اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی کتنی عزت افزائی فرماتا ہے اور یہ بکثرت ہے اور مشہور ہے۔ علماء مشرق و مغرب کے عظیم اکابر مزاراتِ اولیاء کی زیارت سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں اور حسی اور معنوی

لہ ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱ ص ۲۴۶

طور پر اس کی برکت پاتے رہتے ہیں۔"

پھر شیخ امام ابو عبداللہ بن النعمان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کرتے ہیں،

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین[1]

"ارباب بصیرت و اعتبار کے نزدیک ثابت ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت برکت اور عبرت حاصل کرنے کے لیے محبوب ہے کیونکہ اولیاء کرام کی برکت اُن کی (ظاہری) زندگی کی طرح وصال کے بعد بھی جاری ہے۔ اولیاء کرام کی قبروں کے پاس دُعا کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا ہمارے علماء محققین ائمہ دین کا معمول ہے۔"

اس کے بعد انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات پر حاضری دینے کے بارے میں فرماتے ہیں،

واما عظیم جناب الأنبیاء والرسل صلوات اللہ و سلامہ علیھم اجمعین فیأتی الیھم الزائر ویتعین علیہ قصدھم من الاماکن البعیدۃ فاذا جاء الیھم فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والحاجۃ والاضطرار والخضوع ویحضر قلبہ وخاطرہ الیھم والی مشاھدتھم بعین قلبہ لا بعین بصرہ لانھم لا یبلون

[1] ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱، ص ۲۴۹



ولا یتغیرون ثم یثنی علی اللہ تعالیٰ بما ھو اھلہ ثم یصلی علیھم ویترضی عن اصحابھم ثم یترحم علی التابعین لھم باحسان الی یوم الدین ثم یتوسل الی اللہ تعالیٰ بھم فی قضاء مآربہ ومغفرۃ ذنوبہ ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم ویجزم بالاجابۃ ببرکتھم ویقوی حسن ظنہ فی ذالک فانھم باب اللہ المفتوح۔

وجرت سنتہ سبحانہ وتعالیٰ فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم ومن عجز عن الوصول الیھم فلیرسل بالسلام علیھم ویذکر ما یحتاج الیہ من حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ وستر عیوبہ الی غیر ذالک فانھم السادات الکرام والکرام لا یردون من سألھم ولا من توسل بھم ولا من قصدھم ولا من لجأ الیھم[1]

"انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظیم بارگاہ میں زائر حاضر ہو اور اس پر لازم ہے کہ دُور دراز سے ان کا قصد کرے۔ جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہو تو عاجزی، انکساری، فقر و فاقہ، حاجت و اضطرار اور فروتنی سے موصوف ہو اپنے دل اور خیال کو ان کی بارگاہ میں حاضر کرے اور سر کی آنکھ سے نہیں دل کی آنکھ سے ان کی زیارت کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ میں بوسیدگی اور تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان حمد و ثنا کرے، انبیاء کرام پر درود بھیجے، ان کے اصحاب کے لیے رضائے الٰہی کی دُعا کرے

[1] ابن الحاج، امام، المدخل ج ۱، ص ۲-۲۵۱

اور قیامت تک اصحاب کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کے لیئے علامتِ رحمت کرنے پھر اپنی حاجتوں کے برآنے اور گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام کا وسیلہ پیش کرے، ان کی بدولت امداد کی درخواست کرے اور اپنی حاجتیں ان سے طلب کرے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے دعا مقبول ہوگی اور اس سلسلے میں تمام تر حسنِ ظن سے کام لے کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ اُن کے سبب اور ان کے ہاتھوں پر حاجتیں پوری ہوتی ہے جو شخص ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوسکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجتوں، گناہوں کی مغفرت اور عیوب کی پوشیدگی وغیرہ کا ذکر کرے کیونکہ یہ حضرات سادات کرام ہیں اور کریم سوال کرنے والے، وسیلہ پکڑنے والے، قصد کرنے اور پناہ لینے والے کو رد نہیں کرتے۔"

## حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسّل

اور امام ابن الحسان

وانما فی زیارة سید الاولین والآخرین صلوات اللہ علیہ وسلامہ فکل ما ذکر یزید علیہ اضعافہ اعنی فی الانکسار والذل والمسکنة لانہ الشافع المشفع الذی لا ترد شفاعتہ ولا یخیب من قصدہ ولا من نزل بساحتہ ولا من استعان او استغاث بہ اذ انہ علیہ الصلوٰة والسلام قطب دائرة الکمال وعروس



مملکة اللہ۔

فمن توسل بہ او استغاث بہ او طلب حوائجہ منہ فلا یرد ولا یخیب لما شھدت بہ المعاینة والآثار ویحتاج الی الادب الکلی فی زیارتہ علیہ الصلوٰة والسلام وقد قال علماءنا رحمة اللہ علیھم ان الزائر یشعر نفسہ بانہ واقف بین یدیہ علیہ الصلوٰة والسلام کما ھو فی حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ اعنی فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لاخفاء فیہ۔ [1]

"حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت میں مذکورہ امور یعنی عاجزی، انکساری اور مسکنت میں کئی گنا اضافہ کرے۔ کیونکہ آپ وہ مقبول الشفاعة شفیع ہیں، جن کی شفاعت رد نہیں کی جاتی۔ آپ کا قصد کرنے والا آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا آپ سے استعانت و استغاثہ کرنے والا محروم نہیں لوٹایا جاتا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائرہ کمال کے قطب اور مملکتِ الٰہی کے دولہا ہیں۔

جو شخص آپ کا وسیلہ پکڑتا ہے یا آپ کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے، وہ محروم نہیں کیا جاتا۔ مشاہدہ اور آثار اس پر شاہد ہیں۔ آپ کی زیارت میں کامل ادب کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زائر یوں محسوس کرے کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں جیسے کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھا۔ کیونکہ آپ کی موت اور حیات میں فرق نہیں ہے۔ آپ امت کو

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل، ج ۱، ص ۲۵۰

مشاہدہ فرماتے ہیں اور اُن کے احوال، نیتوں، ارادوں اور خیالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔"

ابھی امام ابن الحاج کی یہ عبارت گزری ہے،

فمن اراد حاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالیٰ وخلقه [1]

"جو شخص کسی حاجت کا ارادہ کرے وہ اولیاء کرام کے مزارات پر جائے اور ان کا وسیلہ پکڑے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔"

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

قيل اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور [2]

"کہا گیا ہے کہ جب تم مختلف امور میں حیران ہو جاؤ تو اہلِ قبور سے استعانت کرو۔" یعنی اہلِ قبور کے وسیلے سے دعا کرو، اللہ تعالیٰ مرادیں بر لائے گا۔

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اعلم انه يجوز ويحسن التوسل والاستعانة والتشفع بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم الى ربه سبحانه وتعالى وجواز ذلك وحسنه من الامور المعلومة لكل ذي دين المعروفة من فعل الانبياء والمرسلين وسير السلف الصالحين والعلماء والعوام من المسلمين ولم ينكر احد ذالك من اهل الاديان ولا سمع به في زمن من الازمان حتى جاء ابن تيمية فتكلم في ذالك بكلام

---

[1] ابن الحاج، امام: المدخل ص ۲۴۶

[2] علی بن سلطان محمد القاری: شرح مسند امام اعظم (مطبع مجتبائی، دہلی)، ص ۱۰۴



يلبس فيه على الضعفاء الاغمار۔ [1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل، استعانت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست جائز اور مستحسن ہے۔ اس کا جواز اور حسن، ان امور میں سے ہے جو ہر مومن کو معلوم ہے اور انبیاء و مرسلین، سلف صالحین، علماء اور عامۃ المسلمین کا طریقہ ہے، کسی دین والے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی زمانے میں یہ انکار سنا گیا۔ یہاں تک ابن تیمیہ آیا اور اُس نے اس میں کلام کیا، ضعیف اور ناواقف لوگوں کے لیے تلبیس سے کام لیا۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں،

ياسيدي يارسول الله قد شرفت
قصائدي بمديح فيه قد وصفا
مدحتك اليوم ارجو الفضل منك غدا
من الشفاعة فاحظى بها طرفا
بكم توسل يرجو العفو من زلل
من خوفه جفنه الهامي لقد ذرفا

"میرے آقا! اے اللہ کے رسول! آپ کی مدح میں کہے ہوئے میرے قصیدے شرافت والے ہو گئے ہیں۔"

"آج میں نے آپ کی نعت کہی ہے اور کل مجھے آپ سے شفاعت کی اُمید ہے وہاں مجھے بھی نظر میں رکھیے۔"

"بندۂ گنہگار نے آپ کا وسیلہ پکڑا ہے، اُسے امید ہے کہ لغزشیں معاف کر دی جائیں گی، خوف کے سبب اس کی پلکوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔"

---

[1] تقی الدین السبکی، الامام: شفاء السقام (مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)، ص ۱۶۰

[2] یوسف بن اسماعیل النبہانی، المجموعۃ النبہانیہ (دار المعرفۃ، بیروت)، ج ۲، ص ۳۹۱

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ہر طبقے میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں،

واظهر لى الاسرار وعرفنى بنفسه وامدنى امدادا عظيما اجماليا وعرفنى كيف استمد به فى حوائجى[1]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ پر اسرار ظاہر فرمائے اور مجھے خود ان چیزوں کی پہچان کرائی اور میری بہت بڑی اجمالی امداد فرمائی اور مجھے بتایا کہ میں اپنی حاجتوں میں آپ سے کس طرح مدد مانگوں۔"

اپنے قصیدہ اطیب النغم کی شرح میں فرماتے ہیں،

فصلِ اول در تشبیب بذکر بعض حوادثِ زمان کہ دراں حوادث لابد است از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[2]

"پہلی فصل میں بطور تشبیب، زمانے کے وہ حوادث بیان کیے جاتے ہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ انور سے استمداد ضروری ہے"

قصیدہ اطیب النغم میں عرض کرتے ہیں،

وصلى عليك الله يا خير خلقه ويا خير مامول ويا خير واهب
ويا خير من يرجى لكشف رزية ومن جوده قد فاق جود السحائب
وانت مجيرى من هجوم ملمة اذا انشبت فى القلب شر المخالب

"اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اے تمام مخلوق سے بہتر! سب سے بہترین جائے اُمید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے،

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، فیوض الحرمین (محمد سعید اینڈ سنز کراچی) ص ۸۶

[2] ایضاً، اطیب النغم (مطبع مجتبائی، دہلی) ص ۲

[3] ایضاً ،، ،، ،، ص ۲۲



اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دور کرنے کی جن سے اُمید کی جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔"

"آپ مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل میں گاڑ دیں۔"

## توسل ــــــ اور اہلِ حدیث کے مسلّم علماء

اس سے پہلے جن اکابر علماء کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں، ان کی حیثیت ہر مکتبِ فکر کے نزدیک محترم اور مستند ہے۔ ذیل میں خصوصیت کے ساتھ چند اقتباسات ان علماء کے پیش کیے جاتے ہیں، جن کی حضرات غیر مقلدین کے نزدیک بڑی وقعت ہے۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں،

لا سبيل الى السعادة والفلاح لا فى الدنيا ولا فى الآخرة الا على ايدى الرسل (الى ان قال) ولا ينال رضاء الله البتة الا على ايديهم[1]

"دنیا و آخرت میں سعادت و فلاح صرف رسولانِ گرامی کے ہاتھوں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ان ہی کے ہاتھوں ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ اپنے رسالہ "التوسل والوسیلہ" میں لکھتے ہیں کہ صحابہ مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا صحیح اور اہلِ علم کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے۔ حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے وسیلے سے دُعا مانگی،

هذا دعاء اقره عليه جميع الصحابة لم ينكره عليه احد

---

[1] ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد (مصطفیٰ البابی، مصر الطبعۃ الثانیہ) ج ۱، ص ۱۵

مع شہرتہ وھو من اظہر الاجماعات الاقراریہ ودعا بمثلہ معاویۃ بن ابی سفیان فی خلافتہ [1]

"یہ وہ دُعا ہے جسے تمام صحابہ نے برقرار رکھا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، حالانکہ یہ دُعا مشہور ہے۔ یہ واضح ترین اجماع اقراری ہے ایسی ہی دُعا حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں مانگی تھی"

قاضی شوکانی اپنے رسالہ "الدر النضید" میں لکھتے ہیں:

ان التوسل بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون فی حیاتہ و بعد موتہ و فی حضورتہ و مغیبتہ۔ انہ قد ثبت التوسل بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حیاتہ وقد ثبت التوسل بغیرہ بعد موتہ باجماع الصحابۃ۔ [2]

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسّل آپ کی حیات میں بھی ہے اور وصال کے بعد بھی، آپ کی بارگاہ میں بھی ہے اور بارگاہ سے دور بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں آپ سے توسّل ثابت ہے آپ کے وصال کے بعد دوسروں سے توسّل ثابت ہے۔"

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی عرض کرتے ہیں:

یا سیدی یا عروتی و وسیلتی ... یا عُدتی فی شدۃ و رخاء
قد جئت بابک ضارعاً متضرعاً ... متاوھا بتنفس صعداء
مالی وراءک مستغاث فارحمن ... یا رحمۃ للعالمین بکائی [3]

"اے میرے آقا! اے میرے سہارے، میرے وسیلے، سختی اور نرمی میں میرے کام آنے والے۔"

"میں آپ کے دروازے پر اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ میں ذلیل ہوں، گڑگڑا رہا ہوں اور میری سانس پھولی ہوئی ہے۔"

"آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے جس سے مدد مانگی جائے۔ اے رحمۃ للعالمین! میری آہ و بکاء پر رحم فرمائیے۔"

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولیت شعری اذا جاز التوسل الی اللہ بالاعمال الصالحۃ فیقاس علیھا التوسل بالصالحین ایضا قال الجزری فی الحصن فی آداب الدعاء منھا ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ والصالحین من عبادہ۔ [4]

"جب کتاب و سنت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، تو اس پر اولیاء کرام کے توسّل کو قیاس کیا جائے گا۔ علامہ جزری، حصن حصین میں فرماتے ہیں دُعا کا ایک ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے۔"

## توسّل ——— اور علماء دیوبند

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اپنے قصائدِ قاسمی میں عرض کرتے ہیں:

---

[1] محمد عبدالرحمٰن: تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۴، ص ۲۸۲

[2] ایضاً: " " " " " "

[3] وحید الزماں، نواب: حاشیہ ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۷۰

[4] وحید الزماں، نواب: ہدیۃ المہدی ص ۴۸

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیٔ کار[1]

شمار کر اُس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تُو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار[2]

یہ ہے اجابتِ حق کو تیری دُعا کا لحاظ
قضاءِ مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار[3]

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا کہ ان اشعار کا ورد کیسا ہے؟

یارسول اللہ انظر حالنا — یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق — خذ یدی سھل لنا اِشکالنا

اور قصیدہ بُردہ شریف کا یہ شعر ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ایسے کلمات کو نظم یا نثر درد کرنا مکروہ تنزیہی ہے، کفر و فسق نہیں ہے"[4]

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کو لکھتے ہیں ؎

---

[1] محمد قاسم نانوتوی، قصائدِ قاسمی (مکتبہ قاسمیہ ملتان)، ص ۸
[2] ایضاً، " " " ، ص ۵
[3] ایضاً، " " " " ، ص ۷
[4] رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ (محمد سعید اینڈ سنز کراچی)، ص ۶۹



یا مرشدی یا موئلی یا مفزعی — یا ملجأی فی مبدئی و معادی
ارحم علی ایا غیاث فلیس لی — کھفی سوی حُبیکم من زاد
فان الانام بکم وانی ھائم — فانظر الیّ برحمۃ یا ھادِ
یاسیدی للہ شیئاً انہ — انتم لی المجدی وانی جادی[1]

"اے میرے مرشد! میرے مولیٰ! میری وحشت کے انیس،
میری دنیا کے، میرے دین کے لیے جائے پناہ۔
اے میرے فریاد رسا! مجھ پہ ترس کھا کہ میں آپ کی حب کے سوا
رکھتا نہیں کوئی توشۂ راہ۔"
"خلق فائز ہو تہا آپ سے اور میں حیران، رحم کی ہادیٔ من اب تو ادھر
کو بھی نگاہ۔"
"میرے سردار! خدا واسطے کچھ تو دیجیے۔ آپ معطی ہیں میرے، میں ہوں
سوالی اللہ۔" (یہ ترجمہ تذکرۃ الرشید کے حاشیہ سے لیا گیا ہے)

تھانوی صاحب بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں؛

یا حبیب الالٰہ خذ بیدی — مالعجزی سواک مستندی
کن زعیما لذلتی واشفع — یا شفیع الوریٰ الی الصمد
اعتصامی سری جنابک لی — یس یاسیدی الیٰ احد

"اے اللہ کے محبوب! میری دستگیری فرمائیں، میرے عجز کا آپ کے سوا
کوئی ٹھکانا نہیں۔"
"آپ میری لغزش پر رحم فرمائیں اور اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے،
اللہ تعالیٰ بارگاہ میں شفاعت فرمائیں۔"

---

[1] محمد عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی)، ج ۱، ص ۱۱۳

"آقا! آپ کے دربار کے علاوہ میرا کوئی سہارا نہیں!
آخر میں صحابہ و تابعین کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں"

استعینوا لعاجز مضطر شمروا ذیلکم الی المدد[1]

"عاجز و مضطر کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) مدد طلب کریں اور مدد کے لیے تیار ہو جائیں۔"

## توسّل —— اور عالمِ اسلام کے موجودہ علماء

فاضل علامہ مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری الٰہ آبادی نے اپنی تالیف مجاہدِ ملت کا حرفِ حقانیت[2] میں پاک و ہند اور دیگر ممالک کے علماء سے حاصل کردہ ایسے فتاویٰ جمع کر دیے ہیں، جو مسئلہ توسّل سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں،

### خطیبِ بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع مسجد بغداد کے امام اور مدرس، مولانا عبدالکریم محمد، توسّل کے جائز ہونے پر دلائل پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

فکیف یبقی مجال انکار التوسل بذوات الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام فالتوسل بہم وبالاولیاء الکرام و باعمالہم الصالحۃ و باعمال نفس الداعین کل ذالک حق

[1] اشرف علی تھانوی: نشان التکمیل فی زمان التبجیل (مطبع مجتبائی دہلی) ص ۱۷
[2] محمد عاشق الرحمٰن قادری، حرفِ حقانیت ص ۴۵ – ۴۳



مشروع ولا ینکرہ الا جاہل غبی انحرف عن طرق الرشد واجماع المسلمین وما رأہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن[1]

"پس رسولانِ گرامی علیہم السلام کی ذواتِ مبارکہ سے توسّل کے انکار کی گنجائش کیسے رہ جائے گی؟ ان سے، اولیاء کرام، ان کے اعمالِ صالحہ اور دعا کرنے والے کے اپنے اعمال سے توسّل، سب حق اور مشروع ہے۔ اس کا انکار وہ جاہل اور غبی ہی کرے گا جو راہِ ہدایت اور مسلمانوں کے اجماع سے برگشتہ ہو، جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔"

اس جواب پر جن علماء نے تصدیقی دستخط فرمائے ہیں، ان کے اسماء یہ ہیں:

مولانا محمد نمر، خطیب جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف
مولانا نوری سیاب، امام جامع مسجد قادریہ، بغداد شریف
مولانا رشید حسن، بغداد شریف
مولانا محمد شیخ عبدالقادر، امام و خطیب مقام الشیخ، بغداد شریف

کلیۃ الشریعہ، بغداد کے استاذ علامہ احمد حسن طٰہٰ فرماتے ہیں،

فان اللہ تعالیٰ ہو المؤثر فی کل شیئ وبناء علی ہذہ العقیدۃ فلا مانع شرعا فی التوسل بالانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام مطلقا بل ان التوسل لا یخل بالتوحید کما لا تخل الشفاعۃ بالتوحید[2]

"... شے میں مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس عقیدے کی بنا پر انبیاء کرام علیہم السلام

[1] محمد عاشق الرحمٰن قادری: مجاہدِ ملت کا حرفِ حقانیت، مکتبہ حبیبیہ ... ص ...
[2] ... ص ۴۵ – ...

سے توسل میں شرعاً ہرگز کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ شفاعت کی طرح توسل بھی توحید کے منافی نہیں ہے۔"

حماۃ شام کے جلیل القدر عالم مولانا محمد علی تحریر فرماتے ہیں،

واذا کان التوسل مشروعا بالاعمال الصالحة دون معارض وھی مخلوقة مع کونھا لاندری ھل تلک الاعمال.. مقبولة ام لا؟ فکیف لایجوز التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو افضل مخلوق ومقبول لدی اللہ تعالیٰ فی حیاتہ وبعد وفاتہ باعتبارہ حیا وتعرض علیہ اعمالنا دائما کما ورد۔ [1]

"جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اور اس کا کوئی مخالف نہیں ہے حالانکہ یہ مخلوق ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اعمال مقبول ہیں یا نہیں، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟ جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے افضل ہیں، اپنی ظاہری حیات میں بھی اور وصال کے بعد بھی کیونکہ آپ زندہ ہیں اور ہمارے اعمال آپ کے سامنے ہمیشہ پیش کیے جاتے ہیں، جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

خطیب شام: حماۃ شام کے علامہ عبدالعزیز عیون السود، خطیب جامع سلطان فرماتے ہیں:

واذا کانت الشفاعة لیست شرکا فالوسیلة ایضا لیست شرکا لانھا بمعناھا فھی لیست سوی مکانة یتفضل بھا علی من یشاء من عبادہ اظھارا لفضلہ

[1] محمد عاشق الرحمن قادری، حرف حقانیت، ص ۷۸



سبحانہ علی عبدہ، قال سبحانہ فی حق موسیٰ علیہ السلام وکان عند اللہ وجیھا (الانبیاء) افلا یکون خاتم الرسل والانبیاء وجیھا عند اللہ سبحانہ؟ [1]

"جب شفاعت شرک نہیں ہے، تو وسیلہ بھی شرک نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ وسیلہ کا مطلب اس کے علاوہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد مکرم پر احسان کو ظاہر کرنے کے لیے اس مقام کی بدولت جس بندے پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انبیاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: وکان عند اللہ وجیھا کیا انبیاء و رسل کے خاتم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز نہیں ہوں گے؟

حماۃ شام کے مفتی علامہ صالح النعمان، خطیب جامع مدفن لکھتے ہیں:

وقد اجمعت الامة علی جواز التوسل اذا صحت العقیدة واجماع الامة حجة شرعیة کما قال علیہ السلام لاتجتمع امتی علی ضلالة اما ما یدعیه بعض الغلاة من الوھابیة بان حکم التوسل انه شرک فلا دلیل علیه شرعا ولا عقلا [2]

توسل کے جائز ہونے پر امت کا اجماع ہے بشرطیکہ عقیدہ صحیح ہو، اور اجماع امت حجت شرعیہ ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ بعض غالی وہابی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ توسل شرک ہے، تو اس پر شرعی یا عقلی کوئی دلیل نہیں ہے۔

[1] محمد عاشق الرحمن قادری، حرف حقانیت، ص ۷۸
[2] ایضاً " " ص ۷۹

دمشق کی جامع النجارین کے امام، علامہ ابوسلیمان زہیبی نے مسئلہ توسل پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے،

ان الاعتقاد بالتوسل بالانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم والاولیاء الصالحین المجمع علی فضلہم وصلاحہم وعدلہم وولایتہم ایمان لا کفر جائز عندی لا محظور وان المتوسل بھؤلاء الی اللہ تعالیٰ لتقضی حاجاتہ یکون مؤمنا موحدا لیس بمشرک و وتصح جمیع عباداتہ۔ ؎۱

"انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان اولیاء صالحین سے توسل کرنا جن کی فضیلت، تقویٰ اور عدالت و ولایت پر اتفاق ہے، ایمان ہے کفر نہیں ہے، اور میرے نزدیک جائز ہے، ممنوع نہیں ہے اور جو شخص اپنی حاجتوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان حضرات کا وسیلہ پیش کرتا ہے، وہ مومن موحد ہے مشرک نہیں اور اس کی تمام عبادتیں صحیح ہیں۔"

جمہوریہ لبنان کے مفتی شیخ حسن خالد (بیروت) فرماتے ہیں،

واما التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتوجہ بہ فی کلام الصحابۃ فیریدون بہ التوسل بدعائہ وشفاعتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وعلی التوسل بالانبیاء والصالحین احیاءً وامواتا جرت الامۃ طبقۃ فطبقۃ۔ ؎۱

---

؎۱ محمد عاشق الرحمٰن قادری، حرفِ حقانیت، ص ۶۹

؎۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۷۱



"صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل اور آپ کی طرف متوجہ ہونے سے ان کی مراد آپ کی دعا و شفاعت کو وسیلہ بنانا ہے۔ امتِ مسلمہ انبیاء و اولیاء سے ان کی ظاہری حیات میں اور وصال کے بعد ہر دور میں توسل کرتی رہی ہے۔"

## صدر مجلس اتحاد مبلغین انڈونیشیا

جاکرتا انڈونیشیا کی مرکزی مجلس اتحاد مبلغین کے صدر شیخ احمد تحیخو فرماتے ہیں،

واقول ان التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز فی کل قبل خلقہ وبعد خلقہ فی مدۃ حیاتہ فی الدنیا وبعد موتہ فی مدۃ البرزخ وبعد الموت فی عرصات القیامۃ والجنۃ ؎۱

"میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل ہر حال میں جائز ہے آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت کے بعد حیاتِ ظاہری میں؛ وصال کے بعد جب تک کہ آپ عالم برزخ میں رہیں گے اور قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد قیامت اور جنت کے میدانوں میں۔"

## ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم مجلس تحقیقاتِ شرعیہ مولوی محمد برہان الدین نے علامہ ابوالحسن علی ندوی کے ایماء پر ایک استفتاء کے جواب میں یہ فتویٰ صادر کیا،

---

؎۱ محمد عاشق الرحمٰن قادری، حرفِ حقانیت، ص ۷۷

ان الاعتقاد بالتوسل بالانبیاء لیس شرکا فالمتوسل لیس بمشرك فنرجوا الله تعالیٰ ان یتقبل اعماله الصالحة من الصلوٰة والحج وغیرهما له

"انبیاء سے توسل کا عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے، لہٰذا وسیلہ پکڑنے والا مشرک نہیں ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال صالحہ نماز، حج وغیرہ کو قبول فرمائے گا۔"

## دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء سے شیخ نظام الدین نے متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا،

"ان عبارتوں سے معلوم ہوا اور واضح ہوا کہ یہ لوگ نہ تو مشرک ہیں اور نہ یہ فعل شرک ہے۔ ان کے روزے، نماز، حج، زکوٰۃ سب مثل دیگر مسلمانوں کے جائز و صحیح ہیں۔" ہے

## شیخ عبد العزیز بن باز

سعودی عرب کے ادارۂ بحوث اسلامیہ وافتاء کے رئیس شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے مولانا محمد عاشق الرحمٰن قادری الٰہ آبادی کے استفتاء کے جواب میں ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کو پہلے سے لکھا ہوا ایک جواب بھجوایا، جس میں اولیاء کرام سے توسل کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ خلاصہ درج ذیل ہے،

---

لہ محمد عاشق الرحمٰن قادری: حرف حقانیت، ص ۱۶۱

ہے ایضاً: " " ص ۱۶۷



(۱) زندہ ولی سے درخواست کی جائے کہ میرے لیے رزق کی وسعت، مرض سے شفا، یا ہدایت و توفیق کی دعا فرمائیں، یہ جائز ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و اتباع اور محبتِ اولیاء کا وسیلہ پیش کیا جائے، یہ بھی جائز ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے انبیاء و اولیاء کے جاہ و منزلت کے وسیلہ سے دعا کرے یہ ناجائز ہے۔

(۴) بندہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہوئے نبی یا ولی کی قسم دے یا بحق نبیہ یا بحق اولیائہ کہے، تو یہ ناجائز ہے۔"

الثالث، ان یسئال الله بجاه انبیائه او ولی من اولیائه..... فهٰذا لا یجوز۔

الرابع، ان یسئال العبد ربه حاجته مقسما بولیه او نبیه او بحق نبیه او اولیائه .... فهٰذا لا یجوز۔ له

اس فتوی پر نائب الرئیس عبد الرزاق عفیفی اور ارکانِ لجنہ عبد اللہ منیع اور عبد اللہ بن غدیان کے دستخط ہیں۔

گزشتہ صفحات میں تیسری اور چوتھی قسم کا حکم صحابہ کرام اور علماء اسلام کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس جگہ صرف اس قدر کہنا ہے کہ نجدی علماء اور ندوۃ العلماء کے اراکین نے اپنے تمام تر تشدد کے باوجود ان قسموں کو صرف ناجائز کہا ہے، شرک قطعاً نہیں کہا ؎

عدو بھی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مسئلہ توسل پر مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قادری مدظلہٗ کا ایک مبسوط اور مدلل فتوی بھی "حرف حقانیت" میں شامل ہے جس میں بیسیوں مستند مآخذ کے حوالہ جات

---

لہ محمد عاشق الرحمٰن قادری، حرف حقانیت، ص ۱۹ - ۲۱۷

درج ہیں۔ یہ فتویٰ مکتبہ قادریہ لاہور کی طرف سے اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے — مکتبہ ایشیق، استانبول ترکیا کی طرف سے التوسل کے نام سے عربی میں چھپ چکا ہے۔

## السید یوسف السید ہاشم الرفاعی، کویت

حضرت شیخ سید احمد رفاعی کبیر قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے کویت کے معروف اور عظیم المرتبت سکالر سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہٗ تحریر فرماتے ہیں :

والحاصل ان مذهب اهل السنة والجماعة صحة التوسل وجوازه بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حیاته وبعد وفاته وکذا بغیره من الانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین کما دلت الاحادیث السابقة ....... واما الذین یفرقون بین الاحیاء والاموات حیث جوزوا بعض التوسلات بالاحیاء لا للاموات۔ فهم القریبون من الزلل لانهم اعتبروا ان الاحیاء لهم التاثیر دون الاموات، مع انه لا تاثیر ایجادیا لغیر اللہ سبحانه وتعالیٰ علی الاطلاق واما الافادة وفیض البرکات والاستفادة من ارواحهم استفادة اعتیادیة، وتوجه ارواحهم الی اللہ سبحانه وتعالیٰ طالبین فیض الرحمة علی ذلک المتوسل۔ فهو شیئ جائز وواقع وخال عن کل خلل بدون الفرق بین الاحیاء والاموات۔[1]

[1] السید یوسف السید ہاشم الرفاعی، الرد المحکم المنیع (کویت ۱۹۹۴ء) ص ۸۶-۸۷



"حاصل یہ کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں اور وصال کے بعد اسی طرح باقی انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے جیسے کہ گزشتہ احادیث سے ثابت ہوا جو لوگ زندوں اور مردوں میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زندوں سے توسل کی بعض قسمیں جائز ہیں اور جو وصال فرما چکے ہیں ان سے جائز نہیں، وہ لغزش کے قریب ہیں کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ زندہ تاثیر کر سکتے ہیں مردے نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ایجادی تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا مطلقاً کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ رہا فائدہ دینا اور برکتیں عطا فرمانا، اور ان کی روحوں سے عادی استفادہ اور ان کی روحوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس متوسل کے لیے فیض رحمت کا طلب کرنا تو یہ جائز اور واقع ہے اور ہر خلل سے خالی ہے۔ زندوں اور وصال یافتہ حضرات میں فرق نہیں ہے۔"

## حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے دن توسل !

امام علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

الحالة الثانية بعد موته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی عرصات القیامة بالشفاعة منه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وذالک مما قام علیه الاجماع وتواترت الاخبار به۔[1]

[1] تقی الدین السبکی، امام : شفاء السقام ص ۱۰۳

دوسری حالت، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد قیامت کے میدان میں آپ کی شفاعت طلب کی جائے گی۔ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور احادیث حدِ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

## ارباب ولایت سے توسل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں طریقۂ شطاریہ صرف شیخ محمد غوث گوالیاری کے ذریعے سے رائج ہے، ورنہ ان سے پہلے یہ طریقہ زیادہ شہرت نہیں رکھتا تھا،

وبالجملہ ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشید و ایشاں بعمل آنچہ در "جواہر خمسہ" ہست اجازت دادند۔ [1]

"مختصر یہ کہ اس فقیر نے یہ خرقہ شیخ ابوطاہر کردی سے پہنا اور انہوں نے "جواہر خمسہ" کے اعمال کی اجازت دی۔"

اس کے بعد دو سندیں بیان کیں جو شیخ ابوطاہر سے شیخ محمد غوث گوالیاری تک پہنچتی ہیں، بعد ازاں فرماتے ہیں،

ایں فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید دست بوسی شیخ محمد سعید لاہوری یافت ایشاں اجازت "دعائے سیفی" داد ند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایشاں دریں زمانہ یکے از اعیان مشائخ طریقۂ احسنیہ و شطاریہ بودند۔ [2]

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، انتباہ (کتب خانہ علویہ رضویہ فیصل آباد) ص ۸ — ۱۵۷

[2] ایضاً " " " " ص ۸ — ۱۵۷



"یہ فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انہوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی۔ بلکہ جواہر خمسہ کے تمام اعمال کی اجازت دی اور اپنی سند بیان کی، وہ اُس زمانہ میں طریقہ احسنیہ اور شطاریہ کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔"

اسی جواہر خمسہ میں یہ عمل بھی ہے؛

فتوحِ ابوابِ اقبال کے واسطے ہر روز پانسو بار پڑھے:

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہ عوناً لک
فی النوائب کل ہم وغم سینجلی بنبوتک یا محمد
وبولایتک یا علی یا علی یا علی۔ [1]

یہ ورد کیا ہے؛ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت اور توسل ہے۔ اس میں اگر شرک کی کوئی بات ہوتی تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جواہر خمسہ کے اعمال کی اجازتیں لیتے؟ حضرت شاہ صاحب اور ان کے مشائخ اس شرک کو برداشت کرتے؟ ہرگز نہیں!

شیخ الاسلام شہاب الدین رملی کا عقیدہ ملاحظہ ہو،

سئل شیخ الاسلام الرملی عما یقع من العامۃ عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذالک فہل للمشائخ اغاثۃ بعد موتہم فاجاب بان الاستغاثۃ بالاولیاء والانبیاء والصالحین والعلماء جائزۃ فان لہم اغاثۃ بعد موتہم کحیاتہم فان معجزات الانبیاء کرامۃ للاولیاء۔ [2]

[1] شاہ محمد غوث گوالیاری، جواہر خمسہ (دار الاشاعت، کراچی) ص ۳۵۴

[2] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی، مشارق الانوار (المطبعۃ الشرفیہ، مصر) ص ۵۹

شیخ الاسلام رملی سے پوچھا گیا کہ عوام الناس جو مصیبتوں کے وقت یا شیخ فلاں وغیرہ کہتے ہیں کیا مشائخ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اولیاء، انبیاء، صالحین اور علماء سے استغاثہ جائز ہے کیونکہ وہ وصال کے بعد امداد فرماتے ہیں جیسے اپنی حیات میں امداد فرماتے تھے۔ اس لیے کہ انبیاء کے معجزے اولیاء کی کرامتیں ہیں۔

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں،

فان قال القائل، هٰذه الصفات مختصة بالمولىٰ سبحانه وتعالىٰ فالجواب ان كل من انتقل الى الآخرة من المؤمنين. فهم يعلمون احوال الاحياء غالبا وقد وقع ذالك فى الكثرة بحيث المنتهى من حكايات وقعت منهم ويحتمل ان يكون علمهم بذالك حين عرض اعمال الاحياء عليهم ويحتمل غير ذالك وهٰذه اشياء مغيبة عنا.

وقد اخبر الصادق عليه الصلوٰة والسلام بعرض الاعمال عليهم فلا بد من وقوع ذالك والكيفية فيه غير معلومة: والله اعلم بها. وكفى فى هٰذا بيانا قوله عليه الصلوٰة والسلام: المؤمن ينظر بنور الله: ونور الله لا يحجبه شيئ: هٰذا فى حق الاحياء من المؤمنين. فكيف من كان منهم فى الدار الآخرة۔ ۳

۳ ابن الحاج، امام، المدخل، ج ۱، ص ۲۵۲



اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام مومنین جو آخرت کی طرف انتقال کر چکے ہیں، اکثر و بیشتر زندوں کے احوال جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے واقعات انتہائی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ انہیں اس وقت علم ہو جب زندوں کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور یہ چیزیں ہم سے مخفی ہیں۔

نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اموات پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہٰذا اس کا وقوع ضروری ہے، البتہ کیفیت معلوم نہیں ہے، اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس حقیقت کے بیان کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" اور اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، یہ زندہ مومنوں کے حق میں ہے۔ ان مومنوں کا کیا عالم ہوگا جو دار آخرت میں ہیں؟

حضرت علامہ نے واضح طور پر بتا دیا کہ اس عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔ نیز جب زندہ مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے تو جو حضرات اگلے جہان میں جا چکے ہیں، ان کی قوت ادراک تو اور بھی بڑھ جائے گی۔

حضرت علامہ شیخ حسن العدوی الحمزاوی فرماتے ہیں،

وما يقع من بعض العوام من قولهم يا سيدى فلان مثلا ان قضيت لى كذا او شفيت لى مريضى فلك على كذا فهو من الجهل بالنسبة بكيفية الطلب ولكن لا يعد كفرا لانهم لا يقصدون بذالك الايجاد من الولى وانما يجعلونه فى نياتهم وسيلة الى مولاهم

حیث کان المتوسّل بہ فی اعتقادھم من اھل القرب والمحبۃ للخالق الاتریٰ انھم یکررون فی اثناء کلامھم یا صاحب النفس الطاھر عند ربك اطلب لی من مولاك یفعل بی کذا فان ذالك دلیل منھم علی انفراد اللہ بالفعل وانہ لاشیٔی للولی الا مجرد التسبب وانہ لا یُردُّ المتوسِّل بہ لان القریب المحبوب لایرد۔

فھو من باب قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رُبَّ اشعث اغبر ذی طمرین لو اقسم علی اللہ لا برّہ و قد ذکر بعض العارفین ان الولی بعد موتہ اشد کرامۃ منہ فی حال حیاتہ لانقطاع تعلقہ بالمخلوق وتجرد روحہ للخالق فیکرمہ اللہ بقضاء حاجۃ المتوسلین بہ [1]

"یہ جو بعض عوام کہتے ہیں یا سیدی فلاں مثلاً آپ میری یہ مراد پوری کر دیں یا میرے مریض کو شفا دیں، تو آپ کے لیے میرے ذمے اتنی چیز ہے، تو یہ مانگنے کے طریقے سے جہالت ہے (کہنا یہ چاہئیے کہ یا اللہ فلاں بزرگ کے طفیل میری حاجت پوری فرما) لیکن اسے کفر قرار نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ان لوگوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ولی میرے مقصد کو پیدا کرے گا، ان کی نیت تو یہ ہوتی ہے کہ اس ولی کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنائیں، کیونکہ جس کا وسیلہ پیش کیا جا رہا ہے وہ ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کا مقرب اور محبوب ہے۔

[1] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی، مشارق الانوار، ص ۵۰



کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ اپنی گفتگو میں بار بار اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اے بارگاہ خداوندی میں پاکیزہ نفس والے تو اپنے رب سے درخواست کریں کہ میرا یہ مقصد پورا فرما دے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے، ولی صرف سبب اور وسیلہ ہے اور اس کا وسیلہ پکڑنے والا مردود نہیں ہوتا، کیونکہ محبوب اور مقرب کے سوال کو رد نہیں کیا جاتا۔

تو یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کے قبیلے سے ہے کہ کتنی پراگندہ بالوں والے گرد آلود جن کا سرمایۂ حیات دو چادریں ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر قسم دے کر بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کریں تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا فرما دیتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا، ولی کی زندگی کی نسبت وصال کے بعد کرامت کا زیادہ ظہور ہوتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق مخلوق سے منقطع ہو چکا ہے اور اس کی روح کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کا وسیلہ پیش کرنے والوں کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔"

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت محمود غزنوی کے پاس حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جبہ مبارک تھا۔ سومنات کی جنگ میں ایک موقع پر یہ خطرہ ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی۔ سلطان محمود غزنوی اچانک گھوڑے سے اُتر کر ایک گوشے میں چلے گئے۔ وہ جبہ ہاتھ میں لے کر سجدے میں چلے گئے اور دعا مانگی:

"الٰہی بآبروئے خداوند ایں خرقہ کہ ما را بریں کفار ظفر دہ کہ ہر چہ از غنیمت می گیرم بدرویشاں دہم [1]

"بار الٰہا! اس جبے والے کے وسیلے سے ہمیں کافروں پر فتح عطا فرما، جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آئے گا، درویشوں میں تقسیم کر دوں گا۔"

[1] شیخ فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء، فارسی، مطبع اسلامیہ بمبئی، باب ۸۲، ص ۱۹۲

اچانک دشمن کی طرف سے شور اُٹھا اور تاریکی چھاگئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور مختلف حصوں میں بٹ گئے، لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوگئی۔ اس رات محمود غزنوی نے حضرت ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں فرماتے ہوئے سُنا،

اے محمود! آبروئے خرقہ ما بُردی بر درگاہ حق کہ اگر دراں ساعت درخواستی جملہ کفار را اسلام روزی کردے۔

"محمود! تم نے دربارِ الٰہی میں ہمارے جبّے کی قدر نہ کی، اگر تم چاہتے تو تمام کافروں کے لیے اسلام کی درخواست کرتے۔"

فقیہ جلیل حضرت علامہ ابن عابدین شامی، کتاب اللقطہ کے آخر میں ایک تنبیہ اور حاشیہ میں فرماتے ہیں،

قد رأیت بخط بعض العلماء عن الامام الزیادی ان الانسان اذا ضاع له شیئی واراد ان یرد الله سبحانه علیه فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلة ویقرأ الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثم یهدی ثواب ذالك لسیدی احمد بن علوان ویقول یا سیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی والا نزعتك من دیوان الاولیاء فان الله یرد علی من قال ذالك ضالته ببرکته۔ اجهوری مع زیادة کذا فی حاشیة شرح المنهج للداؤدی رحمه الله۔ منه [1]

"حضرت زیادی فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہوجائے اور وہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس فرمادے تو بلند جگہ کھڑا ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے

---

[1] ابن عابدین شامی، علامہ، ردالمحتار، احیاء التراث العربی بیروت، ج ۳، ص ۳۰۴



اور اس کا ثواب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر سیدی احمد بن علوان کی خدمت میں پیش کرے اور کہے سیدی احمد! اے ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کی تو میں آپ کا نام دفتر اولیاء سے خارج کردوں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے وہ چیز واپس فرمادے گا۔ یہ علامہ اجہوری کا کلام مع اضافہ ہے جیسے کہ داؤدی نے شرح منہج میں نقل فرمایا۔"

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ محشی بخاری کا تذکرہ بڑے شاندار انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں،

بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبہ او فوق الذکر است و او آخر محققان صوفیاست کہ بین الحقیقۃ والشریعۃ جامع بودہ اند و بشاگردی او اجلہ علماء مفتخر و مباہی بودہ اند مثل شہاب الدین القسطلانی و شمس الدین لقانی۔

و او را قصیدہ ایست بہ طور قصیدۂ جیلانیہ کہ بعض ابیات او اینست

انا لمریدی جامع لشتاته　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبة

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة　　فناد بیا زروق آت بسرعة [1]

"مختصر یہ کہ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کا مرتبہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ محققین صوفیہ کے آخری بزرگ ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا۔ بڑے بڑے علماء مثلاً شہاب الدین قسطلانی اور شمس الدین لقانی نے ان کی شاگردی پر فخر کیا۔

قصیدۂ غوثیہ کے طریقے پر ان کا قصیدہ ہے، جس کے چند شعر یہ ہیں،

---

[1] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین فارسی، اردو، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۲۰۰

- میں اپنے مرید کے بکھرے ہوئے حالات کو جمع کرنے والا ہوں، جب زمانے کی تندی اس پر کوئی مصیبت ڈھا دے۔
- اگر تو تنگی، تکلیف اور وحشت میں ہے، تو یا زروق پکار، میں فوراً آ جاؤں گا۔

اگر ان اشعار کو مشرکانہ قرار دیا جائے، تو شاہ عبدالعزیز اور ان کی سند سے وابستہ لوگوں کو کیا حکم ہوگا؟ جو یہ اشعار دھوم دھڑلے سے نقل کر رہے ہیں۔

صاحب درمختار کے استاذ علامہ خیر الدین رملی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

واما قولهم یا شیخ عبد القادر فهو نداء واذا اضیف الیه شیئ اکراما لله فما الموجب لحرمته الی ان قال ووجه التکفیر بانه طلب شیئ لله وهو جل وعلا غنی عن کل شیئ والکل محتاج الیه وهذا لا یختلج فی خاطر احد فان ذکره تعالی للتعظیم کما فی قوله تعالی فان لله خمسه ومثله کثیر[1]

"عامۃ المسلمین کا یا شیخ عبد القادر کہنا ندا ہے اور جب اس کے ساتھ شیئاً للہ کا اضافہ کیا، تو یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و رضا کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے کفر قرار دینے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی شے کا مطالبہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اور یہ مطلب کسی کے تصور میں بھی نہیں آتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تعظیم کے لیے ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے "فان لله خمسه" (الآیۃ) اس کی مثالیں بہت ہیں۔

[1] خیر الدین رملی، علامہ: فتاویٰ خیریہ برحاشیہ فتاویٰ حامدیہ (مکتبہ حاجی عبدالغفار، قندھار) ج ۲، ص ۲۰۲



# صلوٰۃِ غوثیہ

شہبازِ لامکانی، محبوبِ سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاج اولیاء ہیں، ان کے وسیلے سے دعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه ومن نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجة قضیت له ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم یصلی علی رسول الله بعد السلام ویسلم علیه ویذکرنی ثم یخطو الی جهة العراق احدی عشرة خطوة ویذکر اسمی ویذکر حاجته فانها تقضی باذن الله۔[1]

"جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے، اس کی وہ تکلیف دور کی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے، وہ مصیبت دور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے، اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔

اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ

[1] ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی: بہجۃ الاسرار (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۱۰۲

مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔[1]

اس کے بعد یہ شعر پڑھے:

أیُدرکنی ضیم وانت ذخیرتی — واُظلم فی الدنیا وانت نصیری

وعار علی حامی الحمی وھو منجدی — اذا ضل فی البیدا عقال بعیری

- کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ستم کیا جائے گا، جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔
- حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو یہ بات محافظ کے لیے باعث عار ہے۔

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگو۔ انہوں نے دعا مانگی، تو ان کی بینائی بحال ہو گئی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے پر ایک صاحب نے دور عثمانی میں یہی عمل کیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا، وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجت بر آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے جیسے علامہ علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی

[1] محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی، علامہ: قلائد الجواہر (مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر) ص ۳۶



(م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاری[1] اور شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی[2] نے روایت کیا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرک کی تعلیم دی ہے، تو اس کی مرضی! لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ امام ابو الحسن نور الدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علما و ائمہ قرأت و اکابر اولیاء و سادات طریقت سے ہیں۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں۔ امام اجل حضرت ابو صالح نصر قدس سرہ سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق نور اللہ مرقدہ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور۔ امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔ امام محدث محمد بن محمد بن محمد بن جزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی۔"[3]

[1] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: نزہۃ الخاطر الفاتر (اردو ترجمہ، رضی دار الاشاعت، فیصل آباد) ص ۹۷

[2] عبد الحق المحدث الدہلوی، شیخ محقق: زبدۃ الاسرار (مطبع یکسلنگ کمپنی، بمبئی) ص ۱۰۱

[3] احمد رضا بریلوی، امام: انہار الانوار (مکتبہ نوریہ رضویہ، گوجرانوالہ) ص ۱۵

علامہ انور شاہ کشمیری (دیوبندی) کہتے ہیں:

**ھکذا نقل الشلنونی ووثقہ المحدثون۔** ؎۱

اسی طرح شلنونی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کو وسیلہ بنانے اور ان سے استعانت کا یہ وہ عقیدہ ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ سے آج تک جمہور امت اور ائمہ اسلام کے نزدیک مقبول اور معمول چلا آیا ہے۔ یہی عقیدہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں دنیائے اسلام کے مسلّم اور مستند علماء کے ارشادات اور قرآن و حدیث کے حوالے سے اپنے معتقدات کو پیش کیا ہے۔

مخالفین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ بریلویوں کے خصوصی عقائد میں سے ہے اور اسی آڑ میں وہ اپنے تمام فتوے جاری کر دیتے ہیں۔ انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کا یہ عالم ہے کہ شدید سے شدید زبان استعمال کرنے کے باوجود ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

مثلاً کہا جاتا ہے:

بریلویوں کے امتیازی عقائد وہی ہیں جو دین کے نام پر نقل عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ ائمہ اسلام اور ملت حنیفیہ کے مجددین نے ان عقائد کے خلاف جہاد کیا، ان میں سے کچھ دورِ جاہلیت میں موجود تھے، ان کے خلاف قرآن اور حامل قرآن نے جہاد کیا۔

وہ عقائد کیا تھے ——— ؟ غیر اللہ سے استعانت وغیرہ (ملخصاً) ؎۲

اب آپ ہی انصاف کریں کہ سلف صالحین کا تسلسل حق پر ہے یا یہ مخصوص فرقہ؟

---

؎۱ انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعہ حجازی، قاہرہ) ج ۱، ص ۶۱

؎۲ احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ، ص ۵۵



رسالہ

# انوار الانتباہ

فی حلّ نداءِ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجدد برحق امام احمد رضا خان

رحمۃ اللہ علیہ

جمعیت اشاعت اہلسنت

کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید موحد مسلمان جو خدا کو خدا اور رسول کو رسول جانتا ہے، نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بکلمۂ یا ندا کرتا اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ یا اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَۃَ یَارَسُوْلَ اللہِ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر و مشرک کہیں ان کا کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوْا بِالْکِتَابِ تُؤْجَرُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا

# الجواب

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا ضال مُضل، جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام امام علام بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی سبکی و مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ، تصانیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی و افضل القریٰ



شرح ام القریٰ امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ اَلْاِہْلَالُ بِفَیْضِ الْاَوْلِیَاءِ بَعْدَ الْوِصَالِ مطالعہ کرے یہاں فقیر بقدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے۔ حدیث صحیح مذیّل بالطراز گرانبہائے تصحیح جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بر شرطِ بخاری و مسلم صحیح کہا اور امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ [1]

"الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| [1] ابو عیسیٰ ترمذی ، | ترمذی شریف | مطبع امین کمپنی اردو بازار دہلی | ج ۲ | ص ۱۹۷ |
| محمد بن یزید قزوینی ، | ابن ماجہ شریف | احیاء التراث العربی | ج ۱ | ص ۴۴۱ |
| امام حاکم ، | مستدرک | دار الفکر بیروت | ج ۱ | ص ۵۱۹ |
| ابوبکر محمد بن اسحٰق ، | صحیح ابن خزیمہ | | ج ۲ | ص ۲۲۶ |

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے :۔

إن رجلا كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه في حاجة له وكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر في حاجته فلقي عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه فشكى ذلك إليه فقال له عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم إني أسألك وأتوجه إليك بنبينا نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي حاجتي وتذكر حاجتك ورح إلي حتى أروح معك.

فانطلق الرجل فصنع ما قال له ثم أتى باب عثمان رضي الله تعالى عنه فجاء البواب حتى أخذه بيده فأدخله على عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه فأجلسه معه على الطنفسة وقال ما حاجتك فذكر حاجته فقضاها له ثم قال ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة وقال ما كان لك من حاجة فأتنا ثم إن الرجل خرج من عنده فلقي عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي ولا يلتفت إلي حتى كلمته في فقال عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه والله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأتاه رجل ضرير فشكا إليه ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم



ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن حنيف رضي الله تعالى عنه فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كأن لم يكن به ضر قط [1]

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لئے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المؤمنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ: الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت ذکر کر پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔

حاجت مند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لااقل کبار تابعین سے تھے) یونہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا، امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] امام طبرانی، معجم صغیر ص ۱۰۳

ملے اور کہا اللہ تعالٰی نے تمہیں جزائے خیر دے۔ امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا خدا کی قسم۔ میں نے تو تمہارے معاملہ میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا، حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی، حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے، خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا نہ تھا۔"

امام طبرانی پھر امام منذری فرماتے ہیں والحدیث صحیح۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی و امام ابنِ بشکوال روایت کرتے ہیں:-

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہ فَانْتَشَرَتْ

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پاؤں سو گیا کسی نے کہا انہیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، حضرت نے بآوازِ بلند کہا یا محمداہ! فوراً پاؤں کھل گیا۔

امام نووی شارحِ صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاذکار میں اس کا مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس

---

۱؎ محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الادب المفرد مطبوعہ مکتبہ ص ۲۵۰

۲؎ ولفظ البخاری ص ۲۳۵ خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد ...



رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس کسی آدمی کا پاؤں سو گیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا تو اس شخص کو یاد کر جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے تو اس نے یا محمداہ کہا، اچھا ہو گیا۔ اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:-

ھٰذَا مِمَّا تَعَاھَدَہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحطِ عام الرمادہ میں کہ بعد خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجیے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ندا کی یا محمداہ! پھر حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی ذکرہ فی الکامل

امام مجتہد فقیہ اجل عبدالرحمٰن ہذلی کوفی مسعودی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتے اور اجلّۂ تبع تابعین و اکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں، لمبی ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا محمد یا منصور! اور ظاہر ہے کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ۔

---

۱؎ امام نووی: کتاب الاذکار مطبع مکتبہ دار التعاون، مکہ ص ۱۳۵،

۲؎ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض دار الفکر، بیروت ج ۳ ص ۲۵۵

۳؎ ابن اثیر: تاریخ کامل دار الصادر، بیروت ج ۲ ص ۵۵۶

۴؎ (ترجمہ) یا محمداہ کہنا اہلِ مدینہ کا معمول تھا۔ ۵؎ قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔

ہشیم بن جمیل انطاکی کہ ثقات علمائے محدثین سے ہیں انہیں امام اجل کی نسبت فرماتے ہیں:

رَأَيْتُهُ وَعَلٰى رَأْسِهٖ قَلَنْسُوَةٌ أَطْوَلُ مِنْ ذِرَاعٍ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا مُحَمَّدٌ يَا مَنْصُوْرُ ذَكَرَهٗ فِيْ تَهْذِيْبِ التَّهْذِيْبِ وَغَيْرِهٖ[1]

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوے میں ہے :-

سُئِلَ عَمَّا يَقَعُ مِنَ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ يَا شَيْخَ فُلَانٍ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمْ لَا فَاَجَابَ بِمَا نَصُّهٗ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ جَائِزَةٌ وَلِلْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ الخ

یعنی ان سے استفسار ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔"

علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب درِّ مختار فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں:-

قَوْلُهُمْ يَا شَيْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ نِدَاءٌ فَمَا الْمُوْجِبُ

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد · میزان الاعتدال · دار المعرفۃ للطباعۃ، بیروت · ج ۲ · ص ۵۷۴

[2] (ترجمہ) میں نے ان کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ایک ہاتھ سے زیادہ لمبی ٹوپی رکھتے تھے جس میں لکھا تھا "یا محمد یا منصور"

[3] الشیخ حسن العدوی الحمزاوی : مشارق الانوار · (المکتبۃ الشرفیۃ، مصر) · ص ۵۹



لِحُرْمَتِهٖ[1]

"لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک ندا ہے، پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟"

سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں :-

سُئِلْتُ عَمَّنْ يَقُوْلُ فِيْ حَالِ الشَّدَائِدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْ يَا عَلِيُّ اَوْ يَا شَيْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ مَثَلًا هَلْ هُوَ جَائِزٌ شَرْعًا اَمْ لَا؟ اَجَبْتُ نَعَمْ اَلْاِسْتِغَاثَةُ بِالْاَوْلِيَاءِ وَنِدَاؤُهُمْ وَالتَّوَسُّلُ بِهِمْ اَمْرٌ مَشْرُوْعٌ وَشَيْءٌ مَرْغُوْبٌ لَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُكَابِرٌ اَوْ مُعَانِدٌ وَقَدْ حُرِمَ بَرَكَةَ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ الخ

یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہے یا رسول اللہ، یا علی یا یا شیخ عبدالقادر مثلاً، آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں، اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحب عناد اور بے شک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔"

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیاءِ عظام کا عظیم الشان واقعہ بسندِ مسلسل روایت کیا کہ وہ تین بھائی سوارانِ دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے :-

وَاَسَرُوْهُمْ مَرَّةً فَقَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ اِنِّيْ اَجْعَلُ فِيْكُمُ

---

[1] علامہ خیرالدین رملی · فتاوی خیریہ · [illegible]

الْمُلْكَ وَأُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِيْ وَ تَدْخُلُوْنَ فِي النَّصْرَانِيَّةِ فَأَبَوْا وَ قَالُوْا يَا مُحَمَّدَاهْ۔

یعنی "ایک بار نصارائے روم انہیں قید کر کے لے گئے، بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا، تم نصرانی ہو جاؤ۔ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہ"۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا، تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں اُن کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔ انہوں نے حال پوچھا، فرمایا:

مَا كَانَتْ إِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِيْ رَأَيْتَ حَتّٰى خَرَجْنَا فِي الْفِرْدَوْسِ۔

"بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا، اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ میں تھے"۔

تم فرماتے ہیں:۔

كَانُوْا مَشْهُوْرِيْنَ بِذٰلِكَ مَعْرُوْفِيْنَ بِالشَّامِ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ

"یہ حضرات زمانۂ سلف میں شام میں مشہور تھے اور اُن کا یہ واقعہ معروف"

پھر فرمایا شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، ازانجملہ یہ بیت ہے ؎

سَيُعْطِي الصَّادِقِيْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ
نَجَاةً فِي الْحَيٰوةِ وَفِي الْمَمَاتِ[1]

---

[1] ... شرح الصدور ... مجلس ... ص ۹۰ ...



"قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو اُن کے سچ کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا"۔

یہ واقعہ عجیب نفیس و روح پرور ہے، میں بخیالِ تطویل اسے مختصر کر گیا، تمام و کمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِ۔ یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں یارسول اللہ! کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت و شہادت کیسی اور جنت الفردوس میں جگہ پانی کیا معنی اور ان کی شادی میں فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان ائمہ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت و ولایت کیوں کر مسلم رکھی اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرسوس کی آبادی سے پہلے کا ہے کَمَا ذَكَرَهٗ فِي الرِّوَايَةِ نَفْسِهَا اور طرسوس ایک شہر ہے یعنی دار الاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا کَمَا ذَكَرَهُ الْإِمَامُ السُّيُوْطِيُّ فِي تَارِيْخِ الْخُلَفَاءِ[1]

ہارون رشید کا زمانہ زمانۂ تابعین و تبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لا اقل تبع تابعین سے تھے وَاللّٰهُ الْهَادِيْ۔

حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنِ اسْتَغَاثَ بِيْ فِيْ كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادٰى بِاسْمِيْ فِيْ شِدَّةٍ فُرِّجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِيْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ حَاجَةٍ قُضِيَتْ لَهٗ وَمَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْإِخْلَاصِ إِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَيَذْكُرُنِيْ ثُمَّ يَخْطُوْ إِلٰى جِهَةِ الْعِرَاقِ إِحْدٰى عَشَرَةَ خُطْوَةً يَذْكُرُ

---

[1] ... طرسوس کی تعمیر ... شرح الصدور، عربی، ص ۹۱ ... فارسی

فِيهَا يَشِيءٍ وَّ مَنْ ذَكَرَنِيْ فِي حَاجَةٍ قُضِيَتْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۔

یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسّل کرے وہ حاجت برآئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے، اُن میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے، اُس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔"

اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام مثل امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبداللہ بن اسعد یافعی مکی، مولانا علی قاری مکی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ و مولانا ابوالمعالی محمد مسلمی قادری و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیفِ جلیلہ بہجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر و تحفۂ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنفِ بہجۃ الاسرار شریف، اعاظم علماء و ائمہ قرأت و اکابر اولیاء و ساداتِ طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امامِ اجل حضرتِ ابوصالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا انہوں نے اپنے والد ماجد حضرتِ ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نوراللہ مرقدہٗ سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں۔ یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور

---

[1] امام ابوالحسن نورالدین علی بہجۃ الاسرار مطبوعہ مکتبہ مصطفےٰ البابی مصر ص ۰۲



ہے اور اُس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوالِ شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور[1]

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث و اسماء الرجال میں جن کی جلالتِ شان عالم آشکار اُس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقربین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد ابن الجزری مصنفِ حصن حصین اُس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں، انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی[2]

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس نماز مبارک کا دلائلِ شرعیہ و اقوالِ افعالِ علماء و اولیاء سے ثبوت جلیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے رسالہ "اَنْهَارُ الْاَنْوَارِ مِنْ يَمِّ صَلٰوةِ الْاَسْرَارِ" میں ہے۔ وَتَسْتَغْنِ بِهَا تُعِيْدُ فِيْهَا مَا يَشْفِي الصُّدُوْرَ وَيَكْشِفُ لَعْمَى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں فرماتے ہیں:

"سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لئے جاتے تھے، ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، با آواز پکارا یا سیدی محمد یا غمری، اِدھر ابن عمر حاکمِ صعید کو بحکمِ سلطان چقمق قید کئے لئے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا ندا کرنا سنا، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا

---

[1] ... رسالہ ... ہیں ... جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی امام یکتا بے نظیر ۱۲ منہ

[2] ... زبدۃ الآثار ... ص ...

[3] ایضاً ص ۳

میرے شیخ، کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں یَا سَیِّدِیْ مُحَمَّدُ یَا عُمَرِیْ لَاحِظْنِیْ اے میرے سردار اے محمد عمری مجھ پر نظرِ عنایت کرو، ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیدی محمد عمری رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف لاسئے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبوراً ابن عمر کو خلعت دیکر رخصت کیا۔[1]

اُسی میں ہے:

"سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے حجرۂ خلوت میں وضو فرما رہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہو گئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی، دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے، جب تک وہ پہلی واپس آئے۔ کچھ مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدیہ کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالےٰ حضرت کو جزائے خیر دے۔ جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا یا سیدی محمد یا حنفی! اسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹ ہو گیا اور مجھے بہ برکت حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔"[2]

اُسی میں ہے:

"ولیِ ممدوح قدس سرہٗ کی زوجۂ مقدسہ بیماری سے قریبِ مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں یا سیدی اَحْمَدُ یا بَدَوِیُّ خَاطِرُکَ مَعِیْ اے میرے سردار اے احمد بدوی حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے، ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے

---

[1] عبدالوہاب شعرانی امام: طبقات الکبریٰ مطبوعہ مکتبہ مصطفےٰ البابی، مصر ج ۲ ص ۹۲



فریاد کرے گی، تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے اور جو کسی ولیٔ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی ندا پر اجابت نہیں کرتے۔ یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی! کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اٹھیں گویا کبھی مرض نہ تھا۔[1]

اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے:

"مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ إِلَىٰ قَبْرِيْ وَيَطْلُبُ حَاجَتَهُ أَقْضِهَا لَهُ فَإِنَّ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ غَيْرُ ذِرَاعٍ مِّنْ تُرَابٍ وَكُلُّ رَجُلٍ يَحْجُبُهُ عَنْ أَصْحَابِهِ ذِرَاعٌ مِّنْ تُرَابٍ فَلَيْسَ بِرَجُلٍ"[2]

"جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے۔ میں روا فرما دوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کر دے وہ مرد کاہے کا؟"

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حال شریف میں لکھا:

"كَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُوْلُ أَنَا مِنَ الْمُتَصَرِّفِيْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَمَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَأْتِ إِلَيَّ قُبَالَةَ وَجْهِيْ وَيَذْكُرْهَا لِيْ أَقْضِهَا لَهُ"[3]

---

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۹۳

[2] ایضاً ص ۹۰

[3] ایضاً ص ۱۰۵

فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرّف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہنے میں روا فرما دوں گا۔"

اسی میں ہے :۔

"مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرماتے میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی۔ سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدوضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی۔ لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیر و مرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا، یوں ندا کی یا شیخ ابی لاحظنی! اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے۔ یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی۔ لڑکی نے نجات پائی۔ وہ کھڑاؤں ان کی اولاد میں اب تک موجود ہے۔"[1]

اسی میں سیدی موسیٰ ابو عمران رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لکھتے ہیں :۔

كَانَ إِذَا نَادَاهُ مُرِيْدُهُ أَجَابَهُ مِنْ مَسِيْرَةِ سَنَةٍ أَوْ أَكْثَرَ۔[2]

"جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں ندا کرتا، جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔"

حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر

[1] حدیقۃ شعرانی، امام — طبقات الکبریٰ — ج ۲ ص ۱۰۲

[2] ایضاً — ج ۲ ص ۲۱



مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاؤ الحق والدین ابن ابراہیم عطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں :۔

" ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد ، در دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راست بگوید و یا محمد را در چپ بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ، طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راست گوید و چپ یا محمد و در دل وہم کند یا مصطفیٰ۔ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یا جبرئیل یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل چہار ضربی، دیگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرف ندا را از دل بکشد طرف راست برد و لفظ شیخ را در دل ضرب کند۔"[1]

حضرت سیدی نور الدین عبد الرحمٰن مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا قدس اللہ روحہ نے قریب انتقال ارشاد فرمایا :۔

" از رفتن من غمناک مشوید کہ نور منصور رحمہ اللہ تعالیٰ بعد از صد و پنجاہ سال بر روح شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ تجلی کردہ مرشد او شد۔"

اور فرمایا :۔

" در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا ممد باشم در ہر لباسے کہ باشم۔"

اور فرمایا : " در عالم مارا دو تعلق ست یکے بہ بدن دیکے بشما و چوں بعنایت حق سبحانہ

[1] شاہ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند، ص ۲۰۵

ولعلے فرد و مجرد شوم و عالم تجرید و تفرید دست نماید آں تعلق نیز از آں شما خواہد بود"۱

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں لکھتے ہیں:-

وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
وَیَا خَیْرَ مَأْمُوْلٍ وَّیَا خَیْرَ وَاہِبٖ
وَیَا خَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ
وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبٖ
وَاَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ ہُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ
اِذَا اَنْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبٖ

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں:-

"فصل یازدہم: در استمداد بجناب آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق خدا! و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود! اے بہترین عطا کنندہ و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالہ مصیبتے و اے بہترین کسیکہ سخاوت او زیادہ است از باران بارہا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگال ہا را"۲

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں:-

"ذکر بعض حوادث زماں کہ دراں حوادث لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"۳

اسی کی فصل اول میں لکھتے ہیں:-

"بخاطرے آید مرا مگر آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن

۱ عبدالرحمن جامی، مولانا: نفحات الانس (اردو) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ص …
۲ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: اطیب النغم (مجتبائی دہلی) ص ۲۲
۳ ایضاً ص …



اندر گہیں ہست در ہر شدتے"۱

یہی شاہ صاحب مدحیہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں ؎

یُنَادِیْ ضَارِعًا بِخُضُوْعِ قَلْبٍ — وَذُلٍّ وَّابْتِہَالٍ وَّالْتِجَاءٖ
رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا — نَوَالَکَ اَبْتَغِیْ یَوْمَ الْقَضَاءٖ
اِذَا مَا حَلَّ خَطْبٌ مُّدْلَہِمٌّ — فَاَنْتَ الْحِصْنُ مِنْ کُلِّ الْبَلَاءٖ
اِلَیْکَ تَوَجُّہِیْ وَبِکَ اسْتِنَادِیْ — وَفِیْکَ مَطَامِعِیْ وَبِکَ ارْتِجَائِیْ

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں:-

"فصل ششم: در مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات و التسلیمات ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود بہ اخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسول خدا اے بہترین مخلوقات عطائے ترا میخواہم روز فیصل کردن، وقتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رو آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من" ملخصاً۲

یہی شاہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں قضائے حاجت کے لئے ایک

۱ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اطیب النغم مطبوعہ مجتبائی، دہلی ص ۲
۲ ایضاً مطبع مجتبائی ص ۲۲
۳ نوٹ: الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں سلاسل طریقت بیان کیے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں فقہ و حدیث کی اسناد بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا حصہ مکتبہ سلفیہ، لاہور نے وصاف النبیہ کے نام سے شائع کیا تھا، لطف کی بات یہ ہے کہ اس حصہ کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالب یہ ہو اسی طرح ضروری حصہ بھی نظر انداز ہو گیا ہو۔ شرف قادری

خیر کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں :-

"اول دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود و بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ بار یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ [illegible]"

اس [illegible] سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور ان کے شیخ و استاذِ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنہیں انتباہ میں "شیخ معمر ثقہ" کہا اور اعیانِ مشائخ طریقت سے گنا اور ان کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبد الملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری۔

یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے، اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیہ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ انہار الانوار و حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرت رفیع و علی امام اجلہ نظام الاولیا حضرت سیدی احمد زروق مغربی قدس سرہ استاذ امام شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدح عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدال سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں شریعت و حقیقت کے جامع با وصف علوِ باطن ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں



کابر علما فخر کرتے تھے کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں یہاں تک کہ لکھا :-

"بالجملہ مردے جلیل القدر است کہ مرتبۂ کمالِ او فوق الذکر است"

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام پاک سے دو شعر نقل کیے کہ فرماتے ہیں ؎

أَنَا لِمُرِيْدِيْ جَامِعٌ لِشَتَاتِهِ ... إِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَتِهِ

وَإِنْ كُنْتَ فِيْ ضِيْقٍ وَكَرْبٍ وَوَحْشَةٍ ... فَنَادِ يَا زَرُّوْقُ آتِ بِسُرْعَةٍ[1]

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور اگر تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر یا زروق میں فوراً موجود ہوں گا۔"

علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری صاحب تصانیف کثیرہ مشہورہ پھر علامہ داؤدی محشی شرح منہج پھر علامہ شامی صاحب رد المحتار حاشیہ در مختار گم شدہ چیز ملنے کے لئے فرماتے ہیں کہ بلندی پر جا کر حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر انہیں ندا کرے کہ یا سیدی احمد یا ابن علوان۔ شامی مشہور و معروف کتاب ہے، فقیر نے اس کے حاشیہ کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے ہامش تکملہ پر ذکر کی۔[2]

غرض یہ معاملہ کہ ہے اس وقت تک کے اس قدر ائمہ و اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعت قلیلہ میں جمع کئے۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا ہے کہ عثمان بن حنیف و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیکر شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب و ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا اور بے دھڑک ان سب

---

[1] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی: بستان المحدثین مطبوعہ سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۰

[2] ابن عابدین شامی: رد المحتار مطبوعہ مکتبہ عربیہ کبری مصر ج ۳ ص ۳۵۵

کفر و شرک کا فتوے جاری کریں تو اُن سے اتنا کہئے کہ اللہ تمہیں ہدایت کرے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کیسے کہا اور کیا کچھ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور جان لیجئے کہ جن جب نبی یا صحابہ سے لے کر اب تک کے سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہرے تو جب خدا و رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہے تو خود کافر ہے ورنہ ائمہ دین نے مطلقاً اس پر فتوے دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تو اس قدر کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یا رسول اللہ و یا علی و یا شیخ عبد القادر جیلانی کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں خود کافر ہیں تو ان پر لازم ہے کہ سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔ در مختار میں ہے ما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح۔

**فائدہ:** حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے التحیات ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ و التسلیم سے عرض کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ندا۔ حاش و کلا شریعت مطہرہ نے نماز میں کوئی ذکر ایسا نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنے مراد نہ ہوں نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے کہ التحیات للہ و الصلوات و الطیبات سے معانی کا قصد رکھے۔ السلام علیک ایہا النبی



و رحمۃ اللہ و برکاتہ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے:

لا بد ان یقصد بالفاظ التشہد معانیہا التی وضعت لہا من عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی نفسہ و علی اولیاء اللہ تعالیٰ۔

اور تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے

و یقصد بالفاظ التشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی نبیہ و علی نفسہ و اولیائہ لا الاخبار

عن ذلک ذکرہ فی المجتبی۔

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

و یقصد معانیہ مرادۃ لہ علی انہ ینشئہا تحیۃ و سلاماً منہ۔

یہ طرز و ادا سے صرف فرمائی اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گڑھتے ہیں کہ صلوۃ و سلام پڑھنا تو بے شک قرآن میں مذکور جائز اور ان کے ماورا میں ناجائز حالانکہ یہ سخت جہالت ہے۔ اور قطع نظر جواب اور فضول سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صلوۃ و سلام ہی نہیں بلکہ امت کے تمام اقوال و افعال و اعمال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کئے جاتے ہیں۔ احادیث کثیرہ میں تصریح ہے کہ معاذ اللہ اعمال حسنہ و سیئہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور یونہی تمام

---

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱؎ فتاوٰی عالمگیری | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ج ۱ | ص ۷۲ | |
| ۲؎ تنویر الابصار مع الدر المختار | مطبوعہ بیروت | ج ۱ | ص ۳۴۲ | |
| ۳؎ شرح مواہب اللدنیہ محمد عبد الباقی زرقانی | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ج ۵ | ص ۳۲۸ | |
| ۴؎ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح مع شرح الطحطاوی | مطبعۃ ازہریہ مصر | | ص ۱۵۵ | |

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور والدین واعزا واقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ میں وہ سب حدیثیں جمع کیں یہاں اسی قدر بس ہے کہ امام اجل عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَّعَشِیَّۃً فَیَعْرِفُہُمْ بِسِیْمَاہُمْ وَاَعْمَالِہِمْ [1]

یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعمال امت ہر صبح وشام پیش نہ کئے جاتے ہوں تو حضور کا اپنے امتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ شرف وکرم،

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتاب مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لئے اسی قدر وافی اور معاند ہدایت سے تو ایک حرف کافی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُخْتَصِّ بِالْکَمَالِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ حُمَاۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ اٰمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

| |
|---|
| محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ |
| عبد المصطفیٰ احمد رضا خان |

---

[1] محمد عبدالباقی زرقانی، امام، شرح مواہب اللدنیہ، ۱